15

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

جو چیز تم کو رسول دیں اس کو قبول کرلو اور جس سے روکیں اس سے باز رہو

البدائع المفیدہ

فی حکم

الصنائع الجدیدہ

یعنی

آلاتِ جدیدہ

کے

شرعی احکام

مؤلفہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدیر دارالعلوم کراچی

رکن مجلس تعلیمات اسلام دستور ساز اسمبلی پاکستان، کراچی

جس میں لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو پر تلاوت، فلم، حج، بائیسکوپ سنیما، گراموفون، فوٹو، ہوائی جہاز کے حج، ریڈیو، ٹیلیفون، تار وغیرہ آلات جدیدہ کے ذریعہ رویت ہلال کی خبروں کے اور دوسرے آلات جدیدہ کے مفصل و مدلل احکام مذکور ہیں

ناشر

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافرخانہ بندر روڈ کراچی ۲

قیمت ایک روپیہ چار آنہ

Marfat.com

سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور حالات و طیبات کے دیکھنے اور پڑھنے اور پڑھانے کی ضرورت کسی تمہید کی محتاج نہیں کیونکہ مسلمان کی دنیوی ترقی اور دینی فلاح صرف اسی سیرۃ حسنہ کی ساتھ وابستہ ہے، اس لئے اردو زبان میں بھی سیکڑوں چھوٹی بڑی کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں، لیکن بڑی بڑی کتابیں نہ ہر شخص خرید سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے اور بہت مختصر رسالوں سے مطلب حل نہیں ہوتا، نیز مخالفین اسلام کی ہرزہ درائی اور واقعات کی کتربیونت نے جو سیرت قدسیہ میں شبہات ڈالنے کی کوشش کی ہے اُن کا جواب بھی عموماً سیرتوں میں مذکور نہیں ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت مختصر جامع اور مستند سوانحعمری نہایت سلیس عام فہم اردو میں لکھی گئی ہے خصوصیت سے ایسے واقعات کا انتخاب کیا گیا ہے جو بجائے خود حقانیت اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل ہیں، نیز تعداد ازدواج و مسئلہ جہاد وغیرہ پر جو مخالفین کے اوہام ہیں اُن کی بھی قلعی کھول دی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ رسالہ اس قدر مقبول خواص و عوام ہوا کہ تھوڑی ہی عرصہ میں پچیس ہزار شائع ہو چکا ہے، اور پنجاب و بنگال و یوپی وغیرہ کے سیکڑوں مدارس میں اس کا درس ہوتا ہے، گجراتی، سندھی، اور بنگلہ زبانوں میں جو اس کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں، ٹائیٹل رنگین، مع فوٹو روضۂ اقدس، قیمت مجلد ۱۲؍

نجات المسلمین

قرآن و حدیث کی تصریحات کے موافق دور حاضر کی تمام مصائب و آفات ہمارے گناہوں اور بداعمالیوں کے نتائج بد ہیں اس رسالہ میں ایسے اعمال کا معتبر احادیث سے انتخاب کیا گیا جن سے اگلے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، اور عمل کرنے میں نہایت آسان ہیں، کم فرصت، کم ہمت لوگ بھی بآسانی کر سکتے ہیں، ضرورت اس کی ہے کہ یہ رسالہ مسلمانوں میں بکثرت شائع ہو کوئی مسلمان اس کے دیکھنے یا سننے سے خالی نہ رہے، قیمت ۸؍

آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس رسالہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات اور شمائل و خصائل اور معجزات وغیرہ کو مستند و معتبر کتب حدیث سے مختصر طور پر جمع کیا گیا ہے، تاکہ ہر مسلمان اس کو تھوڑے سے وقت میں پڑھ کر نور ایمان تازہ کر سکے، یہ رسالہ عورتوں، بچوں کے نصاب تعلیم میں داخل کرنے کے قابل ہے۔

قیمت ۱۴؍

کفر و اسلام کی حقیقت

یعنی کسی مسلمان کو کن صورتوں میں خارج از اسلام کہا جا سکتا ہے، اس اہم مسئلہ پر قرآن و حدیث اور اقوال سلف کی تائید میں مکمل اصولی بحث کرنے کے بعد جس قدر فرقے ہندوستان میں ایسے ہیں جو اپنے عقائد باطلہ کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں مثل قادیانی، چکڑالوی، آغا خانی اُن کے عقائد خود اُن کی کتابوں سے نقل کر کے اس کی تردید کتاب و سنت سے کی گئی ہے، قیمت ۶؍

یہ کتابیں اور ہر قسم کی مذہبی کتابیں ملنے کا پتہ - دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی

Marfat.com

اکابر علماء اُمّت کی رائیں:

از

دارُالعُلوم دیوبند

حامداً و مصلیاً، آلہ مکبر الصوت کو نمازوں میں استعمال کرنے کے بارے میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی مفصل [illegible] مدلل تحریر دارالعلوم میں موصول ہوئی جو دارالعلوم کے علماء و اساتذہ کی ایک مجلس میں پڑھ کر سنائی گئی [illegible] اس آلہ کے نمازوں میں استعمال کے بارے میں بنظر فقہی جو تحقیق کی ہے اور احتیاط کے دقیق پہلوؤں کی رعایت رکھ کر [illegible] تصفیہ کیا ہے وہ باعتبار اصول و جزئیات فقہیہ صحیح اور درست ہے اور موجودہ حالات و واقعات اور علماء عصر کے اقوال [illegible] نیز سائنسدانوں کی آراء و تحقیقات کی روشنی میں یہ ایک معتدل اور متوسط فیصلہ ہے کہ نمازوں میں اس آلہ کے استعمال [illegible] مفاسد کی بنا پر جنکو اس تحریر میں نہایت وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے احتراز کیا جانے کہ اس کا [illegible] سے خالی نہیں ہے لیکن اگر کسی اتفاقی یا مجبوری صورت میں ایسی جگہ نمازوں میں شرکت کی نوبت آجائے جہاں نمازوں میں اس آلہ کا استعمال ہو رہا ہو تو پھر ان اصول و قواعد فقہیہ کی رو سے جنکی تفصیل خوبی کے ساتھ تحریر [illegible] کی گئی [illegible] کے فساد کا حکم نہ کیا جائے گا اور اس کے اعادہ کی ضرورت نہ ہوگی جب تک کوئی امر موجب فساد و اعادہ متحقق نہ ہو [illegible] المجیب جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ السید مہدی حسن غفرلہ مفتی دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح، ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ | محمد طیب غفرلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند | [illegible]

جواب درست ہے، محمد ابراہیم غفرلہ

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال موجودہ زمانہ میں اہم مسائل میں سے ہوگیا ہے اور اس کے متعلق علماء زمانہ کی مختلف آراء شائع ہوتی رہتی ہیں اور چونکہ اس کا زیادہ تعلق نماز سے ہے اس لئے یہ اختلاف مسلمانوں کے لئے زیادہ موجب تشویش ہے، جناب محترم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اس کے متعلق مفصل اور مفید رسالہ لکھا ہے، میں نے اس کو من اولہ الیٰ آخرہ سنا اور ترتیب لبیب کو صمیم قلب سے دعائیں دیں، خدا کرے کہ مصنف علام کے [illegible] رسائل کی طرح یہ رسالہ بھی خواص و عوام دونوں کے لئے مفید اور عند اللہ مقبول ہو، آمین۔ محمد اعزاز علی امروہی

الجواب صحیح، بندہ محمد جمیل غفی عنہ

مدرس دارالعلوم دیوبند

[illegible] رسالہ بابت آلہ مکبر الصوت من اولہ الیٰ [illegible] مفتی اعظم دارالعلوم کے [illegible] بھی حضرات اکابر کی [illegible]

[illegible]

دار الافتاء جامعہ [illegible] دیوبند

از مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مکرمی محترمی دام مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

(۱) آپ کا رسالہ تمام اکابر مدرسہ نے شروع سے اخیر تک پورا سنا، اہل سائنس اور دیگر علماء کی آراء بھی سامنے آئیں، اس "لاؤڈ اسپیکر" پر نماز کا فساد اس پر موقوف ہے کہ یہ متکلم کی عین آواز نہیں ہے، اگر اس فن کے اکثر قابل اعتماد ماہرین کی یہ رائے ہے کہ یہ عین آواز ہے تو نماز اس پر ہو جائے گی، مگر اس کا استعمال نماز میں اُن عوارض کی وجہ سے جنکو آپ نے مفصل بیان فرمایا ہے ناجائز ہی رہے گا،

(۲) آپ نے لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو متکلم کی آواز نہ مانتے ہوئے جو جواز نماز کی بحث فرمائی ہے، اس کے دلائل ونظائر ہماری نظر میں مخدوش ہیں اُن سے اطمینان نہیں ہوا، یہ بحث تفصیل کی محتاج ہے، اور آپ کے قاصد کا اس وقت تقاضہ شدید ہے، اس لئے اس کی تفصیلات پھر کسی وقت عرض کی جا سکتی ہیں، پہلے بھی احقر کچھ عرض کر چکا ہے،

(۳) چونکہ علماء کی ایک جماعت کی یہ تحقیق ہے کہ اس آلہ پر نماز جائز ہے، مگر ابھی تک یہ مسئلہ اتفاقی نہیں ہے، ایسی صورت میں قطعی طور پر نماز کے فساد کا حکم تو نہیں دیا جائے گا، مگر نماز اہم عبادات سے ہے، اور اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، ملک العلماء بدائع میں لکھتے ہیں، ان الصلوۃ اذا ترددت بین الجواز والفساد اولیٰ وان کان للجواز وجوہ وللفساد وجہ واحد لان الوجوب کان ثابتا بالیقین فلا یسقط بالشک، اس لئے حتی الوسع اس پر نماز ادا نہ کی جائے فقط واللہ اعلم،

سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور،

عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم	زکریا کاندھلوی	ویتفرع علی عبارۃ ملک العلماء ان اعادۃ الصلوۃ اولیٰ، محمد اسعد اللہ

Marfat.com

۳

مدرسہ عربی خیر المدارس ملتان ۱۳۴۹ھ

۴۸۶

ہم خدام مدرسہ خیر المدارس نے اس رسالہ کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی نے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کرنے کے متعلق جو رائے قائم فرمائی وہ بالکل صحیح اور مسلک اعتدال کے موافق ہے یعنی نماز میں اس آلہ کے استعمال کو بوجہ مفاسد عدیدہ منع کا فتویٰ دیا ہے اور یہ مفاسد ایسے ہیں جن کی واقعیت میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے، ہمارے جدید تعلیمیافتہ حضرات اکثر و بیشتر اس آلہ کے استعمال پر زیادہ اصرار کیا کرتے ہیں وہ ذرا سی سہولت اور ظاہری و سطحی نفع کے مقابلہ میں ان تمام مفاسد کو بھول جاتے ہیں جو اس آلہ کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں اور جن کو حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے تفصیل سے اس رسالہ میں ذکر فرمایا ہے، اس لئے ہمیں اس رائے سے پورا اتفاق ہے کہ نماز میں اس آلہ کے استعمال سے لوگوں کو منع کیا جائے تاکہ نماز کی وہ سادہ اور مسنون وضع قائم رہے، جو پیغمبر اسلام کے زمانہ سے اس وقت تک چلی آرہی ہے، اور امام کی تکبیرات انتقال کی ابلاغ اسی طرح مکبرین کے ذریعہ سے ہوتا رہے، جس طرح خیر القرون سے اس وقت تک ہوتا چلا آرہا ہے، لیکن یہاں پر حضرت مفتی صاحب نے دوسرا پہلو جو ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی جگہ لوگوں نے اس آلہ کا نماز میں استعمال کر ہی لیا تو ان تمام آدمیوں کی نماز باطل و فاسد اور واجب الاعادہ ہوگی یا نہیں، مسئلہ کی اس جانب میں جو آپ نے رائے قائم فرمائی ہے کہ اس نماز کو فاسد نہیں کہا جائے گا، اس سے بھی ہمیں اتفاق ہے اور اس میں جو دلائل تحقیقات ماہرین سائنس کے پیش نظر رائے میں ان کی واقعیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ان دلائل کی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ ایسے حضرات کی نماز فساد سے تو بچ جائے گی، لیکن نماز کی وہ وضع اور ہیئت مسنونہ جس کا ذکر قائم نہ رہ سکنے کی وجہ سے ثواب اور برکات صلوٰۃ میں از حد کمی اور نقصان واقع ہو جائے گا [illegible]

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان	خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان
محمد ابراہیم عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی خیر المدارس ملتان	محمد شریف کشمیری عفا اللہ عنہ مدرس خیر المدارس ملتان
جمال الدین غفرلہ مردانی مدرس مدرسہ خیر المدارس ملتان	محمد عبد القادر قاسمی غفرلہ ملتان
محمد حسین عفی عنہ مدرس قاسم العلوم	عبد الشکور غفرلہ
محمد شفیع غفرلہ مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان	[illegible] مدرس قاسم العلوم ملتان

Marfat.com

از حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم

الجواب واللہ الموفق للصواب

احقر نے اس تمام تر تفصیل کو دیکھا، بعض جگہ سے تحریر پڑھی نہیں گئی، مگر مفہوم واضح تھا، بہرحال میرے نزدیک اس تحقیق کے بعد کہ آلہ مکبر الصوت میں امام کی آواز بعینہ آتی ہے، کوئی دوسری آواز یا عکس وغیرہ نہیں ہے، اب عدم جواز استعمال فی الصلوۃ کی کوئی وجہ نہیں، یہ ارشاد بھی اصول فقہ کے موافق ہے کہ اگر یہ آواز امام کی نہو بلکہ آلہ کی ہو تو چونکہ وہ فاعل مختار نہیں، اس لئے نسبت فعل اس کی طرف نہ ہوگی، بلکہ اصل محرک کی طرف ہوگی، اور وہ امام ہے،

رہا یہ شبہ کہ اس میں غلو ہے اس لئے مدفوع ہے کہ غلو وہ ہے جس میں حد سے تجاوز ہو اور جب کہ امام کی آواز سامعین کو نہ پہونچتی ہو تو ان کو آواز پہنچا دینا غلو نہیں بلکہ تحصیل مقصود ہے، بالخصوص جب کہ تحصیل مقصود آسانی ہو دشواری سے نہو، اور ظاہر ہے کہ آلہ مکبر الصوت سے آواز کا بلند ہونا اور دور تک پہنچنا بنار محراب و بنار گنبد سے زیادہ آسان ہے، اور بنار محراب و بنار گنبد بلا نکیر مدت مدیدہ سے رائج ہے، اور اس سے بھی رفع صوت امام مقصود ہے، کما صرح بہ الشامی فی مسئلۃ استحباب قیام الامام فی المحراب، واللہ اعلم بالصواب،

(نوٹ) مگر نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال دو شرطوں سے جائز ہے، ایک یہ کہ لاؤڈ اسپیکر اعلیٰ قسم کا ہو کہ امام کو اس کی طرف منہ کرنے کی ضرورت نہو، کہ توجہ الی غیر اللہ مقصد صلوۃ کے منافی ہے، دوسری مکبرین کا انتظام مکمل ہو تاکہ میکروفون فیل ہو جائے تو نماز میں گڑبڑ نہو،

ظفر احمد تھانوی عفا اللہ عنہ ۱۵ محرم ۱۳۶۹ھ

از دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو آدم یار سندھ

ناچیز نے اس رسالہ کو لفظ بلفظ پڑھا، اب تک اس مسئلہ میں ناچیز کی رائے شدید و سخت تھی، اس رسالہ کے دیکھنے اور پڑھنے کے بعد سے اب بالکل اس تحریر سے متفق ہوں، فقط،

اشفاق الرحمن مفتی دار العلوم ٹنڈو آدم یار سندھ
۱۰ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ

Marfat.com

آلہ مکبّر الصّوت

کے

شرعی احکام

مؤلّفہ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ الہندی مولداً والپاکستانی مہاجراً

بار دوم بترمیمات واضافات جدیدہ از مؤلف

درماہ شعبان ۱۳۷۲ھ

ناشر

مکتبہ دار الاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی

Marfat.com

DATA ... ED

۹۰۵ د

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

یہ رسالہ پہلی مرتبہ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوا تھا، اب پندرہ سال کے بعد شعبان ۱۳۷۲ھ میں دوبارہ شائع ہو رہا ہے۔ اس مرتبہ نظرثانی میں بہت سی ترمیمات اور اضافات جدیدہ تحقیقات مفیدہ شامل کی گئی ہیں،

نماز میں آلہ مکبر الصوت کے استعمال سے نماز فاسد واجب الاعادہ ہوتی ہے یا نہیں، یہ مسئلہ اس آلہ کی پوری کیفیت اور اس کے ذریعہ دور تک آواز پہنچنے کی حقیقت معلوم ہونے سے متعلق تھا، پہلی اشاعت کے وقت اس کا پورا انکشاف نہ تھا، اور چند ماہرین سائنس کی مختلف ومتضاد تحقیقات نے اس کو اور بھی اُلجھا دیا تھا، کئی سال سے یہ مسئلہ محل غور و بحث بنا رہا، اس لئے طبع ثانی میں تاخیر ہوتی رہی،

اب بحمد اللہ مزید تحقیق و تفتیش کے بعد اعلیٰ ماہرین سائنس کے ذریعہ اس مسئلہ کی فنی تحقیق بھی قابل اطمینان ہو گئی جس کو پوری تفصیل کے ساتھ اس رسالہ کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل کر دیا گیا ہے، اور دوسرے اکابر علماء کی تحقیقات اور آراء و فتاویٰ سے بھی اس عرصہ میں استفادہ کا موقع ملا اُن کو بھی جزو رسالہ بنا دیا گیا ہے، واللہ الموفق للسداد والیہ المرجع والمعاد،

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

غرۂ شعبان ۱۳۷۲ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد

ایجادات جدیدہ کی مذہبی حیثیت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے :-

هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا الم تر ان اللہ سخر لکم ما فی الارض والفلك تجری فی البحر بامرہ ویمسك السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ ،

وہ ذات پاک ایسی ہے کہ جس نے پیدا کیا تمہارے فائدہ کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب، کیا تم کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی کو کہ وہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہی آسمانوں کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے ہاں گر اس کا حکم ہو جائے تو خیر،

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموٰت وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ وباطنۃ ،

کیا تم کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہیں اور اس نے تمہارے اوپر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں،

آیات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ یہ جہان جس میں انسان بھی آباد ہے اور کروڑوں قسم کے [illegible] ہیں، اور جس میں آفتاب و ماہتاب وغیرہ سیارات کی گردش بھی ہے اور تمام فلکیات کا [illegible] باراں کے پرکیف و نفع بخش سماں بھی ہیں اور عناصر کے عجیب و غریب تطورات و انقلابات بھی [illegible] جمادات وغیرہ کے دل فریب مظاہر بھی ہیں اور پہاڑوں اور دریاؤں کے محیر العقول مناظر بھی لیکن ان سب چیزوں کی بادشاہت مالک الملک والملکوت نے اس ضعیف البنیان انسان ہی کو [illegible] اجرام فلکیہ اور عناصر کی کل طاقتیں اس کی خدمت کے لئے [illegible]

لہ [illegible]

خدمت میں لگے ہوئے ہیں تاکہ یہ تمام کائنات پر حکمرانی کرنے والا ضعیف البنیان ذرا تامل اور فکر کرے تو اسے محسوس و مشاہد ہو جاتا ہے کہ میں ان تمام کائنات کا خالق و مالک نہیں اور محض اپنی طاقت و قوت سے ان سب کو مسخر کر کے ان سب کو خدمت لے لینا میرے بس کی بات نہیں، اس کے سوا کوئی دوسرا احتمال ہی نہیں ہو سکتا کہ مالک الملک والملکوت ہی نے ان سب چیزوں کو میرا مسخر اور خدمتگار بنا دیا ہے، اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَیۡدِیۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا مٰلِکُوۡنَ وَذَلَّلۡنٰهَا لَهُمۡ فَمِنۡهَا رَکُوۡبُهُمۡ وَمِنۡهَا یَاۡکُلُوۡنَ،

اور جب اس نے یہ سمجھ لیا تو لازمی طور پر اس کا ذہن ادھر منتقل ہونا چاہئے کہ خالق و مالک جل وعلا شانہٗ نے ان سب چیزوں کو میرے لئے بنایا ہے تو مجھے بھی ضرور کسی کام کے لئے بنایا ہوگا، یہ نہیں ہو سکتا کہ ساری کائنات کی قوتیں جس کی خدمت میں لگا دی گئی ہیں وہ بیکار پیدا کیا گیا ہو،

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھیں بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہ آؤ گے،

اور یہی وہ منزل ہے جہاں ایک بھٹکا ہوا انسان راہ پر لگ جاتا ہے اور مخلوق کا رشتہ خالق سے جُڑ جاتا ہے، وہ سمجھ لیتا ہے کہ کل کائنات میرے لئے بنائی گئی ہے تو مجھے رب العزت کی طاعت و عبادت کے لئے بنایا گیا ہے،

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ، ہم نے انسانوں اور جنوں کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے،

اس طرح تمام ایجادات عالم ایک بصیر انسان کے لئے آئینۂ حقیقت اور درسِ عبرت بن سکتی ہے، حضرت سعدی رح نے اسی کو فرمایا ہے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند ۔ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار ۔ شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

اس لئے حق سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کے لئے خام مواد ہی پیدا نہیں کئے بلکہ اس کو اُن سے کام لینے اور اُن کے ذریعہ اپنی ضروریات اور استعمال کی چیزیں ایجاد کرنے کا سلیقہ بھی عطا فرمایا،

آدم علیہ السلام کے زمین پر اُترنے کے ساتھ ہی انسان کی بنیادی ضرورتوں سے متعلق ایجادات کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا، اور جوں جوں ان کی نسل پھیلتی اور زمین کی آبادی بڑھتی گئی، نئی نئی ضرورتیں سامنے آتی رہیں، اور اُن کے متعلق

لہ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے لئے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے چوپائے پیدا کئے پھر یہ لوگ ان کے مالک بن رہے ہیں اور ہم نے ان کو ان کا تابع فرمان بنا دیا سو ان میں بعض پر سوار بھی ہوتے ہیں اور اُن کو (ذبح کرکے) کھاتے بھی ہیں

(بقیہ حاشیہ صفہ ۷) اس جگہ نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا ؎

یہ زمیں میرے لئے ہے آسماں میرے لئے ۔ اور ہے مصروفِ خدمت کل جہاں میرے لئے

حرکتِ افلاک و انجم دورِ شمسی کا نظام ۔ چل رہا ہے دیر سے یہ کارواں میرے لئے

ایک میرے دم سے ہے اس بزم عالم کا فروغ ۔ وقفِ خدمت ہے یہ سب کون و مکاں میری لئے

میری ہستی میں ہے مضمر ہستیٔ عالم کا راز ۔ ہے یہ سب ایجاد و شور کن فکاں میرے لئے

کیوں نہ ہو روز ازل میں ہو چکی تقسیم کار ۔ میں ہوں مالک کے لئے اور دو جہاں میری لئے

۱۲ منہ محمد شفیع

Marfat.com

ایجادات ہوتی رہیں، یہاں تک کہ جب دنیا کی آبادی اپنی انتہائی کثرت و وسعت کے قریب پہنچی تو ضرورتیں بھی طوفان کی طرح بڑھیں، اور ایجادات و مصنوعات کا سلسلہ بھی اپنے کمال کو پہونچنے لگا، یہ ایک فطری تقاضا ہے جو اپنی طبعی رفتار سے آگے بڑھتا رہا، اسی کو یورپ کے کسی حکیم نے ان الفاظ سے بیان کیا "ضرورت ایجاد کی ماں ہے" اس میں نہ پچھلے لوگوں کی بیوقوفی یا بے علمی کی کوئی دلیل ہے، نہ موجودہ صناعوں کے کمال عقل و دانش پر کوئی شاہد، آسمان و زمین کے پیدا کرنیوالے نے جس طرح چاہا اپنی غیر متناہی اور غیر محدود خزانوں سے انسانی ضروریات بقدر ضرورت نازل فرمائی،

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ، — ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں مگر ہم ان میں سے (بتقاضائے حکمت) ایک خاص مقدار اتارتے ہیں،

اسی طرح زمین اور عناصر اربعہ میں جو جو قوتیں ودیعت رکھی تھیں، اُن کو بھی حسب ضرورت اپنے اپنے وقت میں ایک خاص حکمت کے ماتحت انسانی صنعت گری کے پردے سے ظاہر فرمایا،

ایک بصیر انسان جو تعلیم قرآنی کے موافق آسمان و زمین اور ان کی مخلوقات پر گہری نظر ڈالے تو بیساختہ کہہ اٹھتا ہے:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا، — اے ہمارے پروردگار آپ نے یہ چیزیں فضول نہیں پیدا فرمائیں،

اور اس کو اس یقین کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ جس طرح آسمان اور زمین اور عناصر اربعہ سے بننے والی کروڑوں مخلوقات دست قدرت کی بلاواسطہ مصنوعات ہیں، اسی طرح وہ چیزیں جن کو انسان اپنی مصنوعات سمجھتا ہے در حقیقت ایک واسطہ اور پردہ کے ساتھ اسی بدیع السموات والارض کی صنعت گری کا نتیجہ ہیں ؎

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں   مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

ایں قدر مستی و بیہوشی نہ حد بادہ بود   با حریفاں آنچہ کرد آں نرگس مستانہ کرد

الغرض کائنات عالم کی تمام مخلوقات و مصنوعات اور قدیم و جدید ایجادات حق جل و علا شانہ کی نعمائے عظیمہ اور آئینہ جمال قدرت ہیں، دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان چاہئیں،

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَۃً لَّھَا لِنَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا، — ہم نے جتنی چیزیں زمین پر ہیں اُن کو زمین کی زینت بنایا (illegible) آزمائش کریں کہ کون اچھے عمل کرتا ہے،

ان آیات قدرت اور عظیم الشان نشانیوں کو نظر حقیقت شناس سے دیکھنا ایمان کا پہلا قدم ہے اس لئے قرآن حکیم میں بار بار مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ فرمائی گئی ہے، اور اکابر سلف نے اپنے اپنے طرز میں بیان فرمایا ہے، حضرت مولوی معنوی مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

شکر از نے میوہ از چوب آوری   از منی مردہ بت خوب آوری

در میان خون دردہ فہم و عقل   کے تواند کرد جز فضل تو نقل

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مصنوعات و ایجادات، قدیم ہوں یا جدید جن سے انسان کی دنیوی فلاح کا تعلق ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتیں ہیں جو انسان کو عطا ہوئی ہیں، عاقل انسان کا کام یہ ہے کہ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھائے، اور اس کا شکر گذار ہو، اور ادنیٰ شکر گذاری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو اس کی نافرمانیوں اور گناہوں

بیجا صرف نہ کرے، اور اس نکتہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے، کہ جس نے ہمیں یہ نعمتیں دی ہیں وہ ہم سے ان کا حساب بھی لے گا،

وَلَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ "قیامت کے دن تم سے نعمتوں کا سوال کیا جائے گا"

بلکہ نعمائے الٰہیہ سے تمتع (فائدہ اٹھانا) بھی شکرگذاری کا ایک درجہ ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ ان میں مشغول ہو کر خود منعم کو نہ بھلا بیٹھیں، بقول اکبر ؎

تم شوق سے کالج میں پلو پارک میں پھولو — جائز کہ غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو

ہر ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد — اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

ہمارے دانایانِ فرنگ مصنوعات وایجادات کے پیچھے پڑے تو زمین وآسمان کے قلابے ملادیئے، مگر ٹھوکر یہاں لگی کہ یہ "روشنی طبع" ہی اُن کے لئے "بلا" ادر جو چیز معرفت حق کا ذریعہ بننا چاہئے تھی اُن کے لئے پردہ بن گئی، مولانا جامی رح نے اسی لئے فرمایا ہے ؎

ہمہ اندر زمن ترا زین ست — کہ تو طفلی وخانہ رنگین ست

یہ لوگ برق وبھاپ کے دھندے میں لگ کر ان قویٰ کے خالق ومالک سے قطعاً غافل ہو گئے، بقول اکبر ؎

چھوڑ کر بیٹھا ہے یورپ آسمانی باپ کو — بس خدا سمجھا ہے اس نے برق کو اور بھاپ کو

شریعتِ اسلام ان ایجادات ومصنوعات میں صرف یہ چاہتی ہے کہ خدا کی ان نعمتوں سے اسی کی دی ہوئی عقل کے ذریعہ نئی نئی ایجادیں کریں، معاشی آسانیاں حاصل کریں مگر دو شرطوں کے ساتھ، ایک یہ کہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسکی نافرمانیوں میں استعمال نہ کریں دوسرے عطا کرنے والے منعم حقیقی کو نہ بھولیں،

آلات وایجاداتِ جدیدہ کے احکام

(۱) جو آلات ناجائز اور غیر مشروع کاموں ہی کے لئے وضع کئے جائیں، جیسے آلات قدیمہ میں ستار، ڈھولکی وغیرہ اور آلات جدیدہ میں اسی قسم کے آلات لہو وطرب' ان کی ایجاد بھی ناجائز ہے، صنعت بھی، خرید وفروخت بھی اور استعمال بھی'

(۲) جو آلات جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں ناجائز میں بھی، جیسے جنگی اسلحہ کہ اسلام کی تائید وحمایت میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں، مخالفت میں بھی، یا ٹیلیفون، تار، موٹر، ہوائی جہاز، ہر قسم کی جائز وناجائز، عبادت ومعصیت میں استعمال ہو سکتے ہیں، اُن کی ایجاد، صنعت، تجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز ہے، اور جائز کاموں میں اُن کا استعمال بھی جائز ہے، حرام اور معصیت میں استعمال کیا جائے تو حرام ہے،

(۳) ایسے آلات جو اگرچہ جائز کاموں میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں، لیکن عادۃً ان کو لہو ولعب اور ناجائز کاموں ہی میں استعمال کیا جاتا ہے، جیسے گراموفون وغیرہ، ان کا استعمال ناجائز کاموں میں تو ناجائز ہی، جائز کاموں میں بھی ان کا استعمال کراہت سے خالی نہیں، جیسے گراموفون میں قرآن کا ریکارڈ سننا بھی مکروہ ہے، کیونکہ یہ کام اگرچہ اپنی ذات میں جائز بلکہ موجب ثواب ہی لیکن جس آلہ کو عادۃً لہو ولعب اور طرب کے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے، اس میں قرآن سننا، قرآن کو لہو ولعب کی صورت دینا اور ایک قسم کی بے ادبی ہے،

Marfat.com

آلہ مکبّر الصوت آلات کی مذکورالصدر تین قسمیں معلوم ہونے کے بعد آلہ مکبر الصوت کا حکم معلوم کرنا کچھ دشوار نہ رہا، کیوں کہ وہ ظاہر ہے کہ قسم اوّل میں داخل نہیں اور اس کے عام استعمال سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ قسم سوم میں بھی شامل نہیں ہے، اس لئے قسم دوم میں داخل ہونا متعین ہو گیا، یعنی وہ آلات جو جائز و ناجائز دونوں طرح کے کاموں میں مساوی طور پر استعمال کئے جاتے ہیں، اس لئے اس کا حکم یہ ہو گا کہ جائز کاموں میں اس کا استعمال جائز اور ناجائز میں ناجائز، اور طاعت کے کاموں میں طاعت، اور معصیت کے کاموں میں معصیت ہے، اگر مکبر الصوت کے ذریعہ قرآن کریم کی آیات یا اس کی تفسیر یا احکام دین یا وعظ و نصیحت یا عام مسلمانوں کی ضرورت کی کوئی چیز دُور کے سامعین کو پہونچائی جائے، تو یہ جائز بلکہ موجب ثواب ہے، (عبادات مقصودہ نماز وغیرہ میں اس کے استعمال کا معاملہ علیحدہ ہے جس کی مفصل تحقیق آگے آتی ہے) اور اگر اس کو گانے بجانے یا عورتوں کی آواز دور تک پہنچانے میں یا اور کسی غیر مشروع و ناجائز کلام کے پہنچانے میں استعمال کیا جائے تو ناجائز و گناہ ہے۔

ریڈیو ریڈیو کا استعمال اگرچہ عام حکومتوں اور عوام کی بد مذاقی سے مخرب اخلاق اور غیر مشروع چیزوں میں زیادہ تر کیا جا رہا ہے، لیکن خبروں اور دوسری مفید اور جائز معلومات کا درجہ بھی اس میں خاص اہمیت رکھتا ہے، اس لئے اس کا حکم بھی وہی ہے جو قسم دوم کے آلات کا ہے، کہ جائز کاموں میں اس کا استعمال جائز، اور ناجائز کاموں میں ناجائز ہے، اور اس کی صنعت و تجارت مطلقاً جائز ہے، بشرطیکہ اپنی نیت جائز کاموں کی ہو اگرچہ خریدنے والا اس کو ناجائز میں استعمال کرے۔

مسئلہ ریڈیو پر قرآن مجید کی محض تلاوت معاوضہ لے کر جائز نہیں، اور ایسی قرأت کا سننا بھی اعانت گناہ ہے، عام آلات و ایجادات جدیدہ کے شرعی احکام اجمالاً ذکر کرنے کے بعد آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کے متعلق تفصیلی مباحث لکھے جاتے ہیں، جو اس رسالہ کی اصل غرض ہے، واللہ الموفق والمعین۔

Marfat.com

آلۂ مکبر الصوت کے شرعی احکام

مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ آلہ ان مصنوعات میں سے ہے جو جائز اور مباح کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں اور ناجائز وحرام میں بھی، اس لئے عام حالات میں جائز کاموں کے اندر اس کا استعمال جائز اور ناجائز کاموں میں ناجائز ہے، لیکن یہ بحث ابھی باقی ہے کہ عبادات میں اس کا استعمال کیسا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے:۔

آلۂ مکبر الصوت کا استعمال عبادات میں

اس مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے چند امور سمجھ لینا ضروری ہیں (۱) عبادات دو قسم کی ہیں، ایک عبادات مقصودہ اصلیہ جن کی اصل وضع اور مشروعیت محض عبادت یعنی رضائے الٰہی کے لئے ہوئی ہے۔ اُن پر جو آثار وثمرات دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں وہ مقصود اصلی نہیں، بلکہ وہ خاص اعمال وافعال اور ان کے ادا کرنے کا وہ خاص طریقہ جو قرآن وحدیث میں منقول ہے، اور ان کی خاص ہیئت وصورت جو سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ خود مقصود ہے، اگر ان اعمال و افعال کے جو خواص وثمرات ہیں، وہ کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل ہو جائیں، تب بھی اُن اعمال کا ترک جائز نہیں، اور اعمال کرنے پر بالفرض وہ آثار مرتب نہوں تو بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اعمال ضائع ہو گئے، مثلاً روزہ کا مشہور فائدہ انسان کی بہیمی قوت کو توڑنا ہے، اگر کسی کو بلا روزہ یہ کیفیت حاصل ہو جائے تب بھی روزہ اس پر بدستور فرض رہے گا، اذان کی اصلی غرض محلہ والوں کو نماز کے لئے جمع کرنا ہے، لیکن اگر کسی موقع پر ساری اہل محلہ مسجد میں موجود ہوں پھر بھی اذان کا چھوڑ دینا جائز نہیں، اسی طرح خطبۂ جمعہ کا مشہور فائدہ مسلمانوں کو احکام شرعیہ کی تعلیم وتذکیر ہے، لیکن اگر کسی مجمع میں سب علماء و فقہاء ہی ہوں جن کو سب احکام معلوم بھی ہوں یاد بھی، لیکن خطبۂ جمعہ اس وقت بھی فرض ہے، اس کو چھوڑ دیں گے تو جمعہ ادا نہ ہوگا،

دوسری قسم عبادات کی وہ ہے جو کسی عبادات کا ذریعہ بنجانے کے سبب عبادت کہلاتی ہے، اپنی ذات میں عبادت نہیں، اس طرح کی عبادت کا نہ کوئی خاص طریقہ شریعت میں مقرر ہے، نہ کوئی خاص نوع، بلکہ دنیا کا ہر کام کھانا پینا، سونا، جاگنا، زراعت، تجارت، صنعت کے کل کار وبار اگر ان کو ذرائع عبادت سمجھ کر (جیسا کہ حقیقت میں ذرائع ہیں) کئے جائیں، تو وہ سب اس دوسرے معنے کی عبادت کی فہرست میں آجاتے ہیں، شرط صرف ایک ہے، کہ اُن میں کوئی ایسی صورت اختیار نہ کی جائے، جو شرعاً ناجائز ہو، اسی لئے اگر وہ عبادت ایک ذریعہ کے بجائے کسی دوسرے ذریعہ کہ

Marfat.com

حاصل ہو جائے تو اس کی ضرورت نہیں رہتی،

مثلاً حج ایک عبادت مقصودہ ہے، اس کا ایک خاص طریقہ اور خاص اعمال ارکان، واجبات، سنن کی تفصیل کے ساتھ قرآن و حدیث میں مذکور ہے، یہاں یہ اعمال و افعال خود مقصود ہیں، ان پر مرتب ہونے والے ثمرات جو ایک بین الاسلامی اجتماع سے ہو سکتے ہیں، یا عشقِ الٰہی کا ایک مظاہرہ جو حج کے تمام اعمال و ارکان میں شاہد ہے، ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جس کو مقصودِ حج قرار دیا جا سکے، اسی لئے اگر یہ فوائد مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی دوسرے شہر یا ملک میں یا ایام حج کے علاوہ دوسرے ایام میں یا اس خاص ہیئت کے علاوہ دوسری ہیئت میں حاصل ہو سکیں تو فریضہ حج ساقط نہیں ہو سکتا،

اسی لئے باجماعِ امت افعالِ حج کی جو صورت اور جو طریقہ شریعت میں منقول ہے اسی کو ادا کرنا فرض و ضروری ہے، ان میں کسی قسم کے تغیر و تبدل اور کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں،

لیکن اسی فریضۂ حج کے ساتھ کچھ اور اعمال و افعال بھی ہیں جو عبادت مقصودہ نہیں، بلکہ محض ذریعۂ عبادت ہونے کی وجہ سے عبادت سمجھے جاتے ہیں، مثلاً حج کے لئے روپیہ جمع کرنا، ضروریات سفر مہیا کرنا، اور آج کل حج کمیٹی آفس میں جانا، وہاں کی ہدایات و شرائط کو پورا کرنا، پھر ہوائی یا بحری جہاز پر سوار ہونا، جدہ پہنچنا پھر وہاں سے سفر کا انتظام کر کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا، یہ سارے کام عبادات ہیں، مگر عبادات مقصودہ نہیں، اسی لئے جو شخص مکہ مکرمہ میں موجود ہے، یا کسی دوسرے شخص نے اس کی تمام ذمہ داری اپنے سر لے کر اس کو بسہولت مکہ مکرمہ پہنچا دیا تو اس کے ذمہ ان تمام کاموں میں سے کوئی کام نہیں رہ جاتا، اس کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جب تک یہ سارے کام کر کے نہ آؤ گے حج ہی نہ ہوگا، یا تمہارے حج میں کوئی نقصان رہے گا،

اسی طرح نماز ایک عبادت مقصودہ ہے، اس کے لئے چل کر مسجد میں جانا بھی بوجہ ذریعۂ عبادت ہونے کے عبادت ہے، لیکن اگر کوئی شخص مسجد ہی کے حجرہ میں رہتا ہے تو چل کر جانے کی عبادت غیر مقصودہ اس سے ساقط ہو گی، کیوں کہ اصل عبادت بغیر اس ذریعہ کے حاصل ہو گئی،

عبادت مقصودہ و غیر مقصودہ میں فرق واضح ہو جانے کے بعد اب ان کے متعلقہ احکام سنیے:

عبادات غیر مقصودہ یعنی ذرائع عبادت کے متعلق شریعت میں بڑی وسعت ہے، ان کا کوئی خاص طریقہ یا خاص وضع لازم و مقرر نہیں، ان میں کمی بیشی بھی کوئی جرم نہیں جب اصل عبادت میں کوئی کمی نہ ہو، اور ان میں ضرورت زمانہ و اختلاف مقام کی وجہ سے تغیر و تبدل بھی کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ یہ تغیر کسی شرعی حکم کے خلاف نہ ہو،

مثلاً حج کے لئے سفر اونٹوں کی سواری کے بجائے موٹر، ریل، ہوائی جہاز وغیرہ میں کیا جائے تو بالکل درست ہے، اس کو بدعت نہیں کہا جا سکتا، کیوں کہ یہ سفر خود کوئی عبادت نہیں، بلکہ عبادت کا ذریعہ ہے، علامہ شاطبی نے کتاب الاعتصام میں اسی مضمون کو بالفاظ ذیل تحریر فرمایا ہے: لو ان [illegible] طیرانا فی الھواء او مشیا علی الماء لم یعد مبتدعا،

اسی طرح ذریعۂ جہاد کے لئے تیر اور نیزوں کے بجائے آج کل بندوق اور توپ، ٹینک اور ہوائی جہاز استعمال کئے جائیں تو کوئی ممانعت نہیں، بلکہ ضروری اور مستحسن ہیں، کیوں کہ تیر چلانا خود کوئی عبادت نہیں، بلکہ عبادت جہاد کا

ایک ذریعہ ہے، وہ ضرورت زمانہ کے اعتبار سے بدلا جا سکتا ہے،

اسی مضمون کو بعض علماء محققین نے ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے کہ حدیث میں احداث فی الدین یعنی دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرنے کو بدعت قرار دیا گیا ہو، احداث للدین یعنی دین کی ضرورت کے لئے کوئی نیا ذریعہ پیدا کرنا اس میں داخل نہیں،

یہ حکم عبادات غیر مقصودہ کا ہے جو اصل میں خود عبادت نہیں، بلکہ ذریعہ عبادت ہونیکے سبب عبادت کہلاتی ہیں،

اب عبادات مقصودہ کو لیجئے تو ان کا معاملہ اس سے بالکل الگ ہے، یہاں جس طرح یہ عبادات خود مقصود ہیں ان کی وہ ہیئت اور صورت بھی مقصود ہے جو شریعت میں بتلائی گئی ہے، ان میں ادنیٰ تغیر و تبدل بھی اپنی رائے سے جائز نہیں، ان میں جس طرح کوتاہی و کمی حرام ہے، اسی طرح زیادتی و اضافہ بھی حرام ہے، ظہر کی نماز کی بجائے چار کے بجائے تین رکعت پڑھنا جرم ہے اسی طرح پانچ پڑھنا بھی جرم عظیم ہے، پھر رکعات کی کمی بیشی ہی پر نہیں، اُن کی شکل و صورت، ترتیب وغیرہ میں بھی ادنیٰ تغیر کرنے کی اجازت نہیں، قیام و قعود و رکوع و سجود کی ہیئت جیسے سنت سے ثابت ہو اس کے خلاف کرنا جرم ہے،

حج ہی کو لے لیجئے کہ سفر حج میں تو یہ توسع ہے کہ چاہے پیدل کرے چاہے سواری پر، اور اونٹ پر سوار ہو کر یا موٹر یا ہوائی جہاز پر، لیکن ارکان حج کی ادائیگی مثلاً طواف و سعی میں یہ آزادی نہیں کہ جس کا جی چاہے بجائے پیدل طواف کرنے کے طیارہ میں بیٹھ کر بیت اللہ کے گرد طواف کرے، یا صفا مروہ کے درمیان سعی کر لیا کرے، بلکہ ارکان حج میں بلا عذر شرعی ایسا کرنا روا نہیں،

آلہ مکبر الصوت کا استعمال عبادات غیر مقصودہ میں

مذکور الصدر تفصیل کے بعد اصول شرعیہ کے ماتحت یہ معلوم کر لینا کچھ مشکل نہ رہا کہ عبادات غیر مقصودہ، وعظ، تقریر، درس و تدریس وغیرہ میں آلہ مکبر الصوت کا استعمال ایسا ہی جائز ہے جیسے سفر حج میں موٹر و ہوائی جہاز کا یا جہاز میں ٹینک اور بم کا، اب بحث طلب یہ چیز رہ جاتی ہے، کہ عبادات مقصودہ میں اس قسم کے آلات کا استعمال کیسا ہے، اور ظاہر ہے کہ عبادات مقصودہ میں سے نماز ہی ایسی عبادت ہے جس میں آلہ مکبر الصوت کے استعمال کا سوال پیدا ہو سکتا ہے، روزہ اور زکوٰۃ یا حج کے کسی رکن میں اس آلہ کا استعمال کے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے اس پر نظر کرنا ہے، اور درحقیقت محل بحث و نظر اور تصنیف رسالہ کا اصل مقصد اسی مسئلہ کا بیان کرنا ہے، اس لئے اس کو ذرا وضاحت اور تفصیل سے لکھا جاتا ہے،

آلہ مکبر الصوت کا استعمال نماز میں

ظاہر ہے کہ یہ آلہ ایک نئی ایجاد ہے، عہد رسالت و خلافت راشدہ میں اس کا وجود نہ تھا، اس لئے اس مسئلہ کا حکم صریح الفاظ میں جواز یا عدم جواز کا قرآن و حدیث میں نہیں مل سکتا، اصول و قواعد شرعیہ کی رو سے ہی اس کا فیصلہ ہو سکتا ہے،

Marfat.com

عبادات مقصودہ سے متعلق اصول شرعیہ میں غور کرنے سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تمام اسلامی عبادات کا مدار سادگی، بے تکلفی، یسر و سہولت پر رکھا گیا ہے جس میں ہر طبقہ کے مسلمان لکھے پڑھے اور جاہل، شہری اور دیہاتی، غریب اور امیر، ہر زمانہ اور ہر خطہ پر یہ عبادت یکسانیت و مساوات کے ساتھ بسہولت ادا کر سکیں، یہی وجہ ہے کہ عبادات کی ادائیگی میں زیادہ تر قدرتی اور فطری چیزوں سے کام لیا گیا ہے جن میں انسانی صنعت کا کوئی دخل نہیں، فلسفہ اور ریاضی یا ہیئت و سائنس کی نئی تدقیقات یا اُن کے متعلق قدیم و جدید آلات پر کسی اسلامی عبادت کا مدار نہیں رکھا گیا، بلکہ ادائے عبادت کے لئے ان بحثوں میں اُلجھنے کو پسند بھی نہیں کیا گیا،

نماز کے لئے اوقات کا تعین اسلام میں ایک اہم چیز ہے، نماز کے جواز و فساد، کراہت و فضیلت کا اس پر مدار ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان اوقات کا تعین اور سردی گرمی میں ان کا تغیر یا مقامات کے اختلاف سے ان میں تفاوت یہ فن ریاضی کا مسئلہ ہے جنتری بنانے کے اصول پر اُن کو ہر زمانے اور ہر جگہ کے لئے حساب کر کے متعین کیا جا سکتا ہے، اور اس فن کے ماہرین عہد رسالت اور مابعد میں کثرت موجود بھی تھے، لیکن شریعت اسلام نے ان سب چیزوں سے قطع کر کے اوقات نماز کے تعین کا مدار طلوع و غروب آفتاب اور اس کے سایہ کے گھٹنے بڑھنے پر رکھا جو عام محسوسات و مشاہدات میں سے ہے، ہر جاہل گنوار یا لکھا پڑھا گھڑی گھنٹے والے متمدن شہری اور بے سر و سامان غریب دیہاتی ہر شخص اپنی اپنی جگہ اس کو بغیر کسی حساب کے پہچان سکتا ہے،

اسی طرح رؤیت ہلال کا مسئلہ جس پر بہت سے احکام شرعیہ روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ موقوف ہیں [illegible] کا مسئلہ ہے، اس کے مقررہ اصول و ضوابط سے اس کو منضبط کیا جا سکتا ہے، لیکن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس سے ہٹا کر صرف مشاہدہ اور رؤیت پر اس کا مدار رکھ دیا، فرمایا

صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم	[illegible]
فاتموا عدۃ شعبان ثلثین	[illegible]
	[illegible]

اسی طرح مکہ معظمہ سے دور ممالک میں سمت قبلہ کا انحراف فن [illegible] کا مسئلہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے اپنے قول اور عمل سے واضح کر دیا کہ اس [illegible] نہیں، بلکہ سادہ طور پر [illegible] حساب کے [illegible] دوسری مساجد بنائی جائیں [illegible] مغرب، شمال، جنوب کی جہت متعین کر کے [illegible]

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے [illegible] کہیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

نماز کے وقت اہل محلہ یا اہل بستی کو جمع کرنے اور جماعت کے وقت کی اطلاع دینے کے لئے بہت سے آلات موجود تھے، جو بظاہر اذان کے کلمات پکارنے سے زیادہ بہتر صورت میں اس ضرورت کو پورا کر سکتے تھے، مثلاً گھنٹہ بجا دینا وغیرہ اور اس قسم کی چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی پیش کی گئیں، مگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو پسند نہ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کے ذریعہ اذان کے کلمات کی تلقین فرمادی وہی ہمیشہ کے لئے سنت بن گئے،

اور آج بھی قسم قسم کے گھڑی گھنٹے، لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو، ٹیلیفون وغیرہ خبر رسانی اور اطلاع کے لئے سیکڑوں آلات ایجاد ہونے کے باوجود باجماع اہل اسلام نماز کے لئے اذان ہی مسنون صورت ہے، صرف جنتری کے اوقات اور گھنٹہ منٹ کی معتبر کردہ تعیین کو اذان کی جگہ نہیں دی جاسکتی، اور نہ کوئی مسلمان ان کو قبول کر سکتا ہے کہ مؤذن اپنے حجرہ میں بیٹھ کر میکروفون پر اذان کے کلمات کہہ دے، اور اس کے بمبے مسجد کے مناروں پر لگادی جس سے آواز سب جگہ پہنچ جائے بلکہ دین کی ادنیٰ فہم رکھنے والا بھی اذان کی مسنون ہیئت کو ترک کرنا گوارا نہیں کرے گا،

جہری نمازوں میں امام کی قرآت مقتدیوں کو سننا مطلوب ہے، اسی لئے امام کو حاضرین کی تعداد کے اندازے پر اپنی متوسط طاقت کے ساتھ آواز بلند کرنے کا حکم بھی ہے، اگرچہ آخر صفوف تک آواز پہنچانا نہ ضروری ہے، نہ امام کے ذمہ لازم ہے، جیسا آگے آتا ہے، ہاں امام کی تکبیرات انتقالیہ کا آخری صفوف تک پہنچانا ضروری ہے، تاکہ پچھلی صفوف کے نمازی امام کے ساتھ نقل و حرکت کر سکیں، اور اسی لئے جب نمازیوں کی صفیں دور تک پہنچ جائیں، تو درمیانی صفوف میں مبلغ کھڑے کرنا ضروری ہیں جو امام کی تکبیرات کے وقت بلند آواز سے تکبیرات کہہ کر پچھلی صفوف کو باخبر کر دیں، یہ طریقہ عہد رسالت سے آج تک چلا آیا ہے، اور امت اسی پر عمل کرتی رہی،

اب دیکھنا یہ ہے کہ آلہ مکبر الصوت ایجاد ہونے کے بعد اس ضرورت کو قدیم طریقہ مسنونہ کے بجائے اس آلہ کے ذریعہ پورا کرنا شریعت کی نظر میں بہتر ہوگا یا قدیم سنت مسلوکہ کے مطابق عمل کرتے رہنا پسندیدہ سمجھا جائے گا،

نماز میں آلہ مکبر الصوت کے استعمال کے مفاسد

(۱) مذکور الصدر اصول سلام کا مجری یہ ہے کہ نماز جیسی عبادت مقصودہ کو اسی قسم کے آلات کے استعمال سے علیحدہ رکھنا اور قدیم طریق مسنونہ پر قائم رہنا ہی بہتر ہے،

علاوہ ازیں نماز میں آلہ مکبر الصوت کے استعمال میں اگر ایک طرف آواز پہنچانے کی آسانی ہے، تو دوسری طرف مختلف قسم کی خرابیاں اور مفاسد بھی ہیں، مثلاً:۔

(۲) روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ یہ آلہ اکثر فیل ہو جاتا ہے، کبھی خود آلہ کے خراب ہو جانے سے کبھی کنکشن قطع ہو جانے سے، کبھی دوسرے اسباب سے وعظ و تقریر کے دوران میں، تو ایسے وقت ایک طرف چند منٹ کیلئے تقریر بند کر دی جاتی ہے، دوسری طرف اس کے درست کرنے والے دوڑتے ہیں، درست کر لیا جاتا ہے، لیکن اگر نماز میں اس آلہ کا استعمال ہو تو مسجد میں سب مسلمان شریک نماز ہوں گے، آلہ کی درستی کی فکر کون کرے، اور کس طرح کرے، اور بالفرض کوئی انتظام درست کرنے کا رکھ بھی لیا جائے تو جب تک آلہ کام کرنے لگے اس وقت

Marfat.com

تک نماز کو درمیان میں ملتوی تو نہیں کیا جا سکتا، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب تکبیرات انتقالیہ کے آخری صفوں تک پہنچانے کا انتظام بذریعہ لاؤڈ اسپیکر کر لیا جاتا ہے تو درمیانی مکبرین کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، اور کہیں احتیاطاً مکبرین کا تقرر کر بھی دیا جائے تو عادۃً مکبرین سب آلہ مکبر الصوت کے اعتماد پر بے فکر ہوتے ہیں، جب تک وہ اس سے باخبر ہوں کہ یہ آلہ فیل ہو گیا ہے اس وقت تک کئی تکبیریں اور ارکان نماز ہو چکتے ہیں،

ان حالات میں ظاہر ہے کہ پچھلی صفوف کے نمازیوں کا کیا حال ہوگا کہ امام سجدہ میں ایک مقتدی رکوع میں ایک قیام میں، ایسی گڑ بڑ پھیلتی ہے کہ عموماً لوگوں کی نماز فاسد ہو کر رہتی ہے،

۱۳۷۰ھ و ۱۳۷۱ھ میں احقر کو خود مسجد نبوی میں اس کا مشاہدہ ہوا کہ مختلف نمازوں میں بار بار یہ آلہ فیل ہوا کہ ایام حج کے عوام کا ہجوم پھر یک نماز تھا اس نے کیا کیا حرکتیں کیں، اور کس کس طرح لوگوں کی نمازیں فاسد ہوئیں یہ سب حاضرین دیکھ رہے تھے،

آج کل کے دانایان یورپ ایک سطحی نظر اور عجلت پسند مذاق رکھتے ہیں، کسی چیز کا ایک فائدہ سامنے آتا ہے تو اس کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں، اس کی تہہ میں دوسرے نقصانات کیا کیا ہیں اس سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں، اور ہمارا تعلیمیافتہ روشن خیال طبقہ ابھی تک اس کی نقالی سے آزاد نہیں ہوا حقائق پر پیغمبرانہ گہری نظر اور منافع و مضار کے مجموعہ کو دیکھنے کے بعد کسی چیز کے متعلق فیصلہ جو مسلمان کا جوہر ہونا چاہئے آج ہم اس کو ہاتھ سے کھو چکے ہیں، اسی لئے ہمارے نوجوانوں کا اصرار ہے کہ جب یہ آلہ ایجاد ہو گیا اور ہماری نمازوں میں اس سے ایک سہولت پیدا ہو سکتی ہے تو کیوں نہ اس سے کام لیا جائے، لیکن ذرا غور کریں کہ (الف) کوئی مسلمان یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ نماز کے لئے یہ آلہ ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، ورنہ کوئی مسلمان اس کی جرأت کرے گا کہ تیرہ سو برس کے تمام مسلمانوں کی نماز کو فاسد قرار دے،

(ب) کوئی سمجھدار مسلمان اس کی جرأت بھی نہیں کر سکتا کہ آلہ مکبر الصوت کے استعمال سے نماز میں زیادتی ثواب یا افضلیت کا دعویٰ کرے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور امت ماضیہ کی نمازیں اس افضلیت و ثواب سے خالی تھیں، مکبر الصوت کے موجدین نے [illegible] کیا کہ تیرہ سو برس کے بعد نماز کا ثواب مکمل ہوا،

(ج) زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس آلہ کے ذریعہ انتظام جماعت بنسبت اقامت مکبرین کے ایک سہولت پیدا کر دیتا ہے،

(د) لیکن اس سہولت کے مقابلہ میں اگر دوسری خرابیوں سے قطع نظر اسی ایک مفسدہ پر نظر کی جائے کہ جب نماز میں یہ آلہ فیل ہو جائے تو سیکڑوں مسلمانوں کی نماز خراب ہو جائے گی، اور عوام کے مجمع میں کثرت ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ نماز فاسد ہو گئی اس کا اعادہ کرنا چاہئے، بعض بے فکرے ہی جانتے ہیں کہ جاننے کے باوجود پھر نماز کا اہتمام نہیں کرتے تو اس موہوم سہولت کے لئے اس جیسے مفسدہ کو گوارا کرنا کیا کوئی دانشمندانہ فعل ہوگا،

(۳) یہ بات کسی مسلمان پر مخفی نہیں کہ نماز میں خشوع و خضوع کی بڑی تاکید قرآن و حدیث میں وارد ہے اور

Marfat.com

در حقیقت وہی روح نماز ہے، نماز کے بہت سے آداب و سنن محض تحصیلِ خشوع ہی کے لئے ہیں، اور بہت سی چیزیں اس لئے نماز میں مکروہ ہیں کہ وہ خشوع کے خلاف ہیں، امام غزالیؒ کی تحقیق تو یہ ہے کہ خشوع نماز کے ارکان میں سے ہے، امامِ حدیث ابن جوزیؒ نے مسئلہ کی اہمیت کے پیشِ نظر اس پر ایک مستقل رسالہ الخشوع فی الصلوٰۃ تصنیف فرمایا ہے۔

تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ اکثر اوقات آلہ مکبر الصوت کا نماز میں استعمال خشوع کو فوت کر دیتا ہے جبکہ امام کو یہ فکر رہے کہ اس کی آواز میکروفون پر پہنچ رہی ہے یا نہیں، خصوصاً رکوع و سجود کی حالت میں کہ میکروفون امام کے مواجہ میں نہیں رہتا بجز اس کے کہ دو میکروفون رکھے جائیں، ایک اونچا جو کھڑے ہونے کے وقت امام کی آواز کو لے سکے، دوسرا نیچے زمین پر جو سجدہ اور قعود کی حالت میں آواز کو پکڑ سکے، یا اتنا تیز اور اعلیٰ قسم کا میکروفون ہو جو ہر حالت میں امام کی آواز کو پکڑ لے،

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عام مساجد میں نہ اتنا اہتمام ہوتا ہے نہ ہو سکتا ہے، ایسی صورت میں یا تو امام اس کا اہتمام رکھے کہ ہر کلمہ میکروفون کی طرف منہ کر کے کہے تو نماز کا خشوع برباد ہوا یا پھر بعض تکبیرات تو پچھلی صفوں کو پہنچیں گی بعض نہ پہنچیں گی، اس صورت میں پچھلی صفوں کی نماز میں خلل آئے گا۔

(۴) ایک بڑی بات قابلِ غور یہ بھی ہے کہ عام اسلامی عبادات میں اس کی رعایت رکھی گئی ہے کہ ہر طبقہ اور ہر حیثیت کے مسلمان عبادت کو یکسانیت اور مساوات کے ساتھ ادا کر سکیں، حج میں خصوصیت کے ساتھ اسی وحدت کا مظاہرہ ہے، اسی لئے لباسِ احرام وہ تجویز کیا گیا ہے جو ہر غریب و امیر یکساں حاصل کر سکے،

اگر نمازوں میں لاؤڈ اسپیکر کا رواج ہو اور اس کو مستحسن سمجھا جائے تو ظاہر ہے کہ پیسے والے ہی اس کا انتظام کر سکیں گے، غریب بیچارے اپنی نماز میں بھی امیر سے پیچھے رہیں گے، کوئی مسجد امیر کہلائے گی کوئی غریب، اور عین نماز میں جس کی بڑی حکمت شاہ و گدا کو ایک صف میں کھڑا کر دینا تھا اس میں بھی امیر و غریب کی تفریق نظر آنے لگے گی،

(۵) ایک اور بڑا مفسدہ یہ بھی ہے کہ کسی جگہ قریب قریب میں دو یا دو سے مسجدیں ہیں، اور ہر مسجد میں نماز مکبر الصوت پر ہو رہی ہے تو ایک مسجد کے امام کی آواز دوسری مسجد کے امام کی آواز سے ٹکرائے گی، اور بعض اوقات تکبیرات انتقالیہ میں یہ التباس پیش آئے گا کہ یہ اللہ اکبر ہمارے امام نے کہا ہے یا دوسری مسجد کے امام نے،

اور یہ محض احتمالی یا موہوم مفسدہ نہیں، بلکہ ایک پیش آیا ہوا حادثہ ہے،

کراچی میں احقر جس مسجد میں نماز پڑھتا ہے، باب الاسلام کہلاتی ہے، اس سے کچھ فاصلہ پر آرام باغ کے مغربی گوشہ میں ایک جماعت ہوا کرتی ہے، دونوں جگہ جمعہ ہوتا ہے۔ ہر ہفتہ اُن میں یہ مشاہدہ ہوتا ہے کہ باب الاسلام میں نماز جمعہ پہلے شروع ہو جاتی ہے، اور آرام باغ میں ابھی خطبہ سے پہلے کی تقریر یا خطبہ ہوتا ہے، مسجد باب الاسلام کے نمازیوں سے پوچھئے کہ ان پر کیا گذرتی ہے، ایک طرف اپنا امام قرأت کر رہا ہے، دوسری طرف سے کہیں اشعار کہیں وعظ یا خطبہ کی آواز اس سے ٹکرا رہی ہے، خصوصاً جب ہوا تیز ہوتی ہے تو امام کی قرأت پر دوسری آواز غالب ہو جاتی ہے، وہ تو شکر کا مقام ہے کہ دونوں جگہوں میں صرف تقریر و خطبہ آلہ مکبر الصوت پر ہوتا ہے، نماز میں دونوں جگہ اس کا استعمال نہیں ہوتا، اور پھر نماز کے اوقات آگے پیچھے ہیں، ورنہ آوازوں کے تصادم اور التباس سے شاید دونوں جگہ میں سے کسی کی بھی نماز نہ ہوتی، اسی مسجد میں رمضان المبارک میں صبح کی نماز ذرا جلدی ہو جاتی ہے

یہاں سے کافی فاصلہ پر اسلم روڈ کی ایک مسجد میں اس وقت کوئی مولوی صاحب وعظ بیان کرتے ہیں، اور ستم یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے بھو منارے کے اوپر لگائے ہوئے ہیں، سنانے کا وقت ہوتا ہے، وہ پوری آواز اس مسجد میں آتی ہے اور بار ہا یہ نوبت آتی ہے کہ ہمارے امام کی آواز پر غالب آکر کچھ پتہ نہیں چلتا کہ امام کیا پڑھ رہا ہے، یہ اس حالت میں ہے کہ اس طرف تقریر اور اس طرف نماز ہوتی ہے جس میں امتیاز کچھ دشوار نہیں، اگر دونوں جگہ نماز اسی آلہ پر ہوتی اور بیک وقت ہوتی، تو یقیناً اس قدر التباس پیش آتا کہ شاید کسی جگہ کے نمازیوں کی نماز صحیح نہ ہوتی۔

مسجد باب الاسلام اور آرام باغ تو قریب قریب ہیں، یہ مسجد کافی فاصلہ پر ہونے کے باوجود تصادم اصوات کی یہ آفت ہے، اگر کہا جائے کہ اس میں آلہ مکبر الصوت کا قصور نہیں اس کے بیجا استعمال کا قصور ہے کہ ہوا تنے اونچے یا اس طرح لگائے کہ آواز باہر پھیلے، انتظام کیا جائے تو اس مفسدہ پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ یہ بات اگرچہ اپنی جگہ صحیح ہے، لیکن جب عام مسلمانوں میں یہ احساس مکمل ہو اور ہر مسجد والے اس کی فکر کریں کہ دوسری مسجد والوں کو ہماری آواز سے تشویش نہ ہو، مگر آج کل مسلمانوں کے جو حالات ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں، مذکور الصدر مساجد کے معاملہ میں ان مساجد کے منتظمین کو بار بار توجہ دلانے اور عرض کرنے کے باوجود نتیجہ کچھ نہ نکلا، بلکہ بار بار توجہ دلانے سے تلخی بڑھ جانے کا اندیشہ ہو گیا اس لئے صبر کیا گیا

یہ چند واقعات ہم پر گذرے ہیں اگر خدانخواستہ اس آلہ کے استعمال فی الصلوٰۃ کا رواج عام ہو گیا تو بہت سے محلوں میں مسجدیں اتنی قریب ہیں کہ وہاں دو یا زیادہ مساجد کی آوازیں بالکل گڈمڈ ہو کر ایک عجیب تماشا بن جائیں گی، اور یہ جدت پسندی اور روشنی طبع بلائے جان بن جائے گی،

مذکورالصدر مفاسد اور بالخصوص مفسدہ (۲) ایسے ہیں کہ ایک طرف ان پر نظر کی جائے، اور دوسری طرف صرف یہ فائدہ کہ امام کی قرأت آخری صفوف تک سنی جائے گی جو شرعاً ضروری ہے اور نہ اس کے نہ سننے سے کسی کی نماز میں ادنیٰ کراہت کا خطرہ ہے، یا یہ کہ تکبیرات انتقالیہ کے آخری صفوں تک پہنچانے کا انتظام بہ نسبت مکبرین کے اس آلہ کے ذریعہ آسان ہے۔

ان مفاسد کثیرہ اور ایک فائدہ کا مقابلہ کر کے دیکھیں تو کوئی سمجھدار انسان اس کے نماز میں استعمال کو مستحسن نہیں کہہ سکتا، کسی چیز کے مفاسد سے قطع نظر کر کے اس کے سطحی فائدہ کو دیکھنا اور اس کے پیچھے پڑ جانا کسی دانشمند کا کام نہیں ہو سکتا،

(۶) فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں ائمہ مجتہدین یا علماء میں اختلاف ہو تو مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ خروج عن الخلاف کی کوشش کی جائے، یعنی عمل میں جہاں تک ممکن ہو ایسی صورت اختیار کی جائے جو کسی کے نزدیک فاسد نہ قرار پائے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنے تمام اعمال میں اس کی رعایت فرماتے تھے، اور دوسروں کو بھی مشورہ دیتے تھے، مسئلہ مکبر الصوت میں اگرچہ ہماری تحقیق و تفتیش کا نتیجہ یہی ہوا کہ اس کی آواز بعینہ امام کی آواز ہے، اس لئے نماز فاسد نہیں، لیکن بہرحال بہت سے علماء کی تحقیق اور ان کا فتویٰ آج بھی یہ ہے کہ یہ اصلی آواز نہیں، نمازیوں کا اس کا اتباع مفسد نماز ہے، تو مسلمہ قاعدہ فقہیہ کا مقتضا یہ ہے کہ ایسی چیز سے اجتناب کیا جائے جس میں بعض علماء بھی فساد نماز کا حکم کرتے ہوں تاکہ ہماری نماز فساد میں نہ پڑے، واللہ اعلم

Marfat.com

خلاصۂ کلام

یہ ہے کہ قواعد واصولِ شرعیہ وعقلیہ کا مقتضا اس معاملہ میں یہ معلوم ہوتا ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم، کہ آلۂ مکبر الصوت کا استعمال نمازوں میں درست ومناسب نہیں، اس سے اجتناب کرنا چاہئے، سادہ طریقہ مسنونہ کی ساتھ بڑی جماعتوں میں مکبّرین کے ذریعہ تکبیرات انتقالیہ کی آواز آخری صفوف تک پہنچائی جائیں، یہی جامع خیرات وبرکات اور مفاسد سے پاک طریقہ ہے، اسی کو اختیار کرنا چاہئے،

البتہ اس طریقہ کو عام لوگوں کی بدانتظامی نے خراب کر رکھا ہے کہ اکثر جماعتوں میں مکبّرین کا پہلے سے انتظام نہیں کیا جاتا، جس کا جی چاہے تکبیر کہنے لگتا ہے، کسی صف میں ایک سے زیادہ بولتے ہیں، کوئی صف بالکل خالی رہتی ہے بعض جگہ بچے تکبیرات بے موقع پکارنے لگتے ہیں، جس سے نماز میں خلل آتا ہے، ضرورت اس کی ہے کہ نماز سے پہلے ہر تین چار صف کے بعد صف کے داہنے بائیں بازو پر دو مکبّر مقرر کردیئے جائیں اور باقی تمام نمازیوں کو ہدایت کردی جائے کہ اور کوئی صاحب تکبیر نہ پکاریں، جتنا اہتمام آلہ مکبر الصوت کے لئے کیا جاتا ہو اگر اس کا تہائی چوتھائی اہتمام مکبّرین کے تقرر میں کرلیا جائے تو بہترین نظم اور سکون کے ساتھ نماز ادا ہوجائے، واللہ الموفق للسداد وبیدہ المبدأ والمعاد،

اب ایک اہم مسئلہ غور طلب باقی رہ گیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی مجبوری سے جیسے حجاج کو آجکل حرمین میں پیش آتی ہے یا ناواقفیت یا محض اپنی رائے سے لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہوگئی یا فاسد واجب الاعادہ ہے اس میں علماء کا اختلاف شروع سے ہے، اس لئے زیادہ محل بحث ونظر ہے اس کو تفصیل کے ساتھ لکھا جاتا ہے، واللہ ولی التوفیق،

کیا مکبر الصوت کی آواز پر نماز ادا کرنا مفسدِ نماز ہے؟

بلاشبہ قرآن مجید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات قیامت تک پیش آنے والی تمام ضروریات ملت پر حاوی اور سب کے لئے کفیل ہیں، دنیا میں کتنے ہی انقلاب آئیں، سائنس کتنی ہی ترقیاں کرے، آلات نئے سے نئے ایجاد ہوں، ان کی وجہ سے کتنے ہی مسائل پیدا ہوں، قرآن وحدیث کی رُو سے فقہائے کرام کے بتلائے ہوئے اصول ان سب کے جواب پر حاوی ہیں، اب اہلِ فتویٰ علماء کا کام یہ رہ جاتا ہے کہ پیش آنے والے نئے مسئلہ کی حقیقت کو سمجھ کر ان اصول مسلمہ سے اُن کا جواب نکالا جائے، موجودہ مسئلہ کو کسی اصول کے تحت میں داخل کرنے اور اسکا حکم نکالنے ہی میں فکر ونظر وتفقہ کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے اس میں رائیوں کا اختلاف بھی ہوسکتا ہے،

نماز میں آلہ مکبر الصوت کے استعمال کا سوال جب زیر بحث آیا تو انھیں وجوہ مذکورہ کی بنا پر اس میں علماء کی رائیں مختلف ہوگئیں، بعض نے جواز نماز کا فتویٰ دیا، بعض نے فساد نماز کا، دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہم نے فتویٰ فساد نماز کا تحریر فرمایا جس کا مبنیٰ مندرجہ ذیل امور تھے،

(۱) نماز میں کسی ایسے شخص کی آواز سے جو داخلِ نماز نہ ہو استفادہ کرنا باتفاقِ فقہاء مفسدِ نماز ہے، اسی لئے اگر کسی جگہ امام کو سہو ہو اور کوئی ایسا شخص جو امام کے ساتھ جماعت میں شریک نہیں لقمہ دیدے تو امام کو اس کا لقمہ لینا

جائز نہیں، اگر لے لیا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے، (شامی وغیرہ کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے)

(۲) جو آدمی شریک نماز بھی ہو اور امام کی آواز دور کے مقتدیوں تک پہنچانے کے لئے تکبیر آواز بلند کہہ رہا ہو اس کیلئے بھی فقہاء نے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اپنی تکبیر سے نیت تکبیر تحریمہ اور عبادت کی کرے، اور اگر محض دوسرو کو آواز پہنچانے کی نیت سے تکبیر پکار دی، تو نہ اس کی نماز ہوگی اور نہ اُن مقتدیوں کی جو اس کی آواز پر نماز ادا کر رہے تھا علامہ شامی نے ردالمحتار میں اس کی پوری وضاحت فرمائی ہے، اور دوسرے فقہاء نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

(۳) آلہ مکبر الصوت سے نکلی ہوئی آواز بعینہ امام کی آواز نہیں، بلکہ صدائے بازگشت کی طرح ہے اور حضرات فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ صدائے بازگشت کو اس آدمی کی اصلی آواز نہیں کہا جا سکتا جس کی یہ بازگشت ہو اسی لئے اگر کوئی شخص آیت سجدہ کی تلاوت کسی گنبد یا پہاڑ وغیرہ میں کرے، اور دوسرا آدمی اس کی اصلی آواز تو نہ سنے لیکن گنبد وغیرہ سے جو اس کی بازگشت ہو وہ صدائے بازگشت اس کے کان میں پڑ جائے، تو اس پر سجدہ تلاوت لازم نہیں آتا، کیونکہ سجدہ تلاوت واجب ہونے کے لئے شرط ہے کہ آیت سجدہ کسی مکلف انسان کی زبان سے سنی جائے اور بازگشت کی آواز انسان مکلف کی آواز نہیں، اس لئے سجدہ تلاوت واجب نہیں۔

(۴) مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر آلہ مکبر الصوت کی آواز بھی چونکہ اصل امام کی آواز نہیں بلکہ صدائے بازگشت کی طرح ہے، اور یہ آلہ نہ انسان مکلف ہے نہ نماز میں داخل ہے، نہ کسی عبادت [illegible] کے [illegible] آلہ کے متعلق کوئی سوال و احتمال ہو سکتا ہے اس لئے اس کی آواز سے نماز میں استفادہ کرنا اور نماز کی [illegible] اس کا اتباع کرنا مفسد نماز ہے۔

دارالعلوم کا یہ فتویٰ سیدی و سندی حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی [illegible] کے پاس بھیجا گیا، تو اگرچہ نماز میں اس آلہ کے استعمال کی ممانعت کا فتویٰ آپ پہلے [illegible] کی صورت میں سرے سے نماز ہی فاسد ہو جائے، یہ حکم پھر بھی محل غور و فکر نظر آیا۔

کیونکہ اس فتویٰ کی وجوہ مذکورہ بالا میں سب کا مدار اصل یہ ہے کہ آلہ کے ذریعہ [illegible] اصل امام کی آواز نہ قرار دیا جائے، بلکہ صدائے بازگشت کی طرح [illegible] کی اتباع کو مفسد نماز کہا جا سکتا ہے، لیکن [illegible] یہ آواز امام کی [illegible] اس آواز کی حقیقت پوری طرح متحقق [illegible] اس لئے [illegible] فن سے اس مسئلہ کی تحقیق ہو سکتی ہے [illegible] سے [illegible]

[illegible] میں آلہ کے ذریعہ [illegible] امام ہی کی [illegible] اصلی آواز [illegible] کی [illegible] میں اس کی اصل آواز [illegible]

[illegible]

سیدی حکیم الامت قدس سرہٗ نے ان جوابوں پر نظر فرمائی تو ان کا حاصل پھر یہی تھا کہ اصل مسئلہ منقح نہوا بلکہ تردد باقی رہا، لہذا دار العلوم سے آئے ہوئے فتوے بابت فساد نماز پر حضرت قدس سرہٗ نے سطور ذیل بعنوان (رائی الاحقر فی ہذا الجواب) تحریر فرمائی :-

"اگر ثابت ہوجائے کہ اس آلہ سے عین صوت بلند نہیں ہوجاتی، بلکہ گونجنے اور ٹکرانے سے اس کی حکایت پہنچ جاتی ہے، تو صواب منحصر فی الجواب ہو (یعنی فساد نماز) اور مظنون یہی ہے، اور کسی ماہر سائنس کی تحقیق سے یہ ظن درجہ یقین تک پہنچ سکتا ہو اور اگر ثابت ہوجائے کہ عین صوت بلند ہوجاتی ہے تو اس صورت میں حکم وہ ہے جو احقر نے اپنے جواب میں عرض کیا ہے، (یعنی اس آلہ کو نماز میں استعمال سے بوجہ مفاسد ترک و منع کا حکم کیا جائے لیکن اگر کوئی پڑھ لے تو نماز کے فساد کا حکم نہ ہو) اور اگر دونوں احتمال علی السواء ہوں تو پھر بھی جواب وہی ہے، جو حضرت مجیب معیب سلمہ اللہ الرقیب نے تحریر فرمایا ہے (یعنی فساد نماز) مگر توجیہ مختلف ہو اور وہ توجیہ یہ ہو کہ عین صوت کا عدم بلوغ الی البعید پہلے سے متیقن ہو، اور اب اس میں شک واقع ہوگیا اور الیقین لا یزول بالشک، اس لئے عدم بلوغ کا حکم کرکے اس صوت کو مثل صدی کے حکم دیا جائیگا

اشرف علی تھانہ بھون، ۵ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ"

پھر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل مذکورہ کے متعلق ایک مستقل رسالہ بنام المقالات المفیدۃ فی الآلات الجدیدۃ تصنیف فرمایا، اس میں بھی اس مسئلہ کا ذکر آیا تو فساد نماز کا حکم تحریر فرما کر آخر میں لکھا کہ "یہ سب تحقیقات اپنی معلومات کے مطابق لکھی گئی ہیں، اگر کسی کو اس سے زیادہ یا اس کے خلاف تحقیق ہو وہ اپنی تحقیق پر عمل کرے، اور اگر ہم کو بھی مطلع کردے تو ماجور ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم۔

کتبہ اشرف علی، تھانہ بھون، ۱۵ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ"

(رسالہ المقالات المفیدہ حضرت کی آخری تصنیف ہو، بوادر النوادر جلد دوم میں مکمل شائع ہوا ہو)

۱۳۴۹ھ میں دار العلوم دیوبند کی خدمت فتویٰ اس ناکارۂ خلائق کے سپرد کی گئی، اس وقت اس آلہ کا استعمال اور زیادہ عام ہوچکا تھا، اطراف ملک سے آئے دن اس کے متعلق سوالات آتے رہتے تھے، اس لئے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا جائے، چنانچہ ۱۳۵۶ھ میں احقر نے اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ لکھا، جس میں دیوبند کے سابق فتویٰ اور حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی تائید و تصویب کو مزید شرح و تائید کے ساتھ ضبط کرلیا گیا اور یہ رسالہ مستقل صورت میں شائع ہوگیا،

دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون کے علماء نے عام طور پر اس کی موافقت فرمائی، لیکن میرا یہ رسالہ جب حضرت الاستاذ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رح کے پاس پہنچا (جب کہ وہ ڈابھیل ضلع سورت کے جامعہ اسلامیہ میں صدر مدرس کے فرائض انجام دے رہے تھے) آپ نے رسالہ پڑھ کر احقر کو ایک والا نامہ تحریر فرمایا جس میں فساد نماز کے حکم سے اختلاف کا اظہار فرمایا، یہ والا نامہ اور دوسرے علماء اکابر کے خطوط جن سے اس مسئلہ میں مراسلت ہوئی، مخالف موافق رایوں پر مشتمل بنام ضمیمہ ثانیہ پوری نقل کردیئے گئے ہیں، تاکہ دیکھنے والوں کو پوری

بصیرت حاصل ہو سکے، اور بعد تکمیل رسالہ پھر دوسرے علماء کے پاس بھی بھیجنا ہے، اُن کی آراء بھی اس کے ساتھ ملحق کر دی جائیں گی، انشاء اللہ تعالیٰ،

احقر نے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے مولانا عثمانی کی اس رائے اور اختلاف کا ذکر کیا تو فرمایا کہ کسی وقت جب وہ یہاں تشریف لائیں گے بالمواجہ گفتگو ہو جائے گی، یہ واقعہ ۱۳۵۸ھ کا ہے، اس کے بعد مسلسل کچھ ایسے حالات پیش آتے رہے کہ اس مسئلہ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مجتمعاً گفتگو کا موقع نہ ملا، تا آنکہ ۱۳۶۲ھ میں حضرت قدس سرہٗ کی وفات ہو گئی،

۱۳۶۷ھ میں جب احقر پاکستان کراچی پہنچا، اور حضرت مولانا عثمانی پہلے سے یہاں تشریف فرما تھے، اور ادھر یہاں شہر کی بڑی بڑی جماعتوں میں آلہ مکبر الصوت کے استعمال پر بحثیں شروع ہوئیں، اور اسی اثناء میں حرمین محترمین میں تمام نمازیں آلہ مکبر الصوت پر ہونے لگیں، ہندوستانی اور پاکستانی حجاج و زائرین جو یہاں فساد نماز کا حکم سنے ہوئے تھے ان کو سخت اُلجھن پیش آئی، اور اطراف پاکستان و بھارت سے سوالات کا تانتا بندھ گیا، اس وقت حضرت استاد مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں عملاً آپ کے فتوی کی مخالفت نہیں کرتا، اور اسی لئے آج تک نہ کسی کو اپنی رائے پر فتوی دیا، اور نہ کبھی خود اس آلہ پر نماز پڑھی، لیکن رائے میری وہی ہے جو پہلے اپنے خط میں لکھ چکا ہوں، اب مناسب یہ ہے کہ اس مسئلہ پر دوبارہ مکمل غور کیا جائے، اور چونکہ فساد نماز کے فتوی کا اصل مدار اس پر ہے کہ آلہ مکبر الصوت کی آواز کو امام کی اصلی آواز نہیں بلکہ اس کی حکایت و چربہ قرار دیا گیا ہے، اس لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے اس مسئلہ کی پوری تحقیق کر لی جائے،

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے جس زمانہ اور جن حالات میں اس کی تحقیق فرمائی تھی، اول تو اس وقت اس آلہ کا اتنا عموم اور شیوع نہ تھا، بہت سے ماہرین فن کو بھی اس وقت تک شاید مکمل تحقیق نہ ہو جیسا کہ بھوپال والے جواب سے واضح ہے، دوسرے وہاں ماہرین فن سے جواب حاصل کرنے کی سہولتیں بھی نہ تھیں، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اس معاملہ میں بعد تحقیق بھی تردد ہی کا اظہار فرمایا ہے، یہ مرکزی جگہ ہے، ہر فن کے ماہرین موجود ہیں، ان سے معلومات حاصل کرنے کی کافی سہولتیں میسر ہیں،

احقر نے حسب الارشاد محکمہ ریڈیو اور محکمہ آواز کے ذمہ دار اعلیٰ ماہرین سے تحریری سوالات کر کے اس کی تحقیق کی، یہاں سب نے متفقہ طور پر یہ بیان کیا کہ مکبر الصوت سے اصل آواز بعینہ دور تک پہنچتی ہے، یہ نقلی آواز کا چربہ یا بازگشت یا عکس ہرگز نہیں،

لیکن چونکہ حضرت حکیم الامت رح کے استفسار کے جواب میں حیدرآباد کے ایک ماہر نے یہ جواب دیا تھا کہ برقی مکبر الصوت کے ذریعہ اصل آواز دور تک نہیں پہنچتی بلکہ اس کی نقل و حکایت پہنچتی ہے، اور دہلی ریڈیو سے شائع شدہ ایک مضمون سے بھی کچھ ایسا ہی مفہوم ہوتا تھا، اس لئے ایک گونہ اشتباہ پھر بھی باقی رہا، اس کے ازالہ کے لئے تمام وہ جوابات جو حضرت حکیم الامت نے پہلے حاصل فرمائے تھے، اور دہلی ریڈیو کا مضمون سب نقل کر کے ان ماہرین کے سامنے پیش کیا، اور مکرر اُن حضرات سے سوال کیا کہ ان سب تحقیقات کو سامنے رکھ کر مکرر غور فرمائیں اور پھر جواب واضح دیں، انھوں نے ان سب سوالوں اور تحقیقات کے

Marfat.com

کے بعد بھی اپنی پہلی رائے ہی کو صحیح قرار دیا، اور مکبر الصوت کی آواز کو بازگشت یا نقل و حکایت کہنے کی شدت کے ساتھ تردید کی، یہ سب ذخیرہ جدید تحقیقات اور مکرر سوال و جواب اس رسالہ کے ضمیمہ اولیٰ میں مفصل لکھ دیئے گئے ہیں، اس کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے،

احقر نے حسب ایماء شیخ الاسلام حضرت مولانا عثمانی رح اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے ایک طرف تو فنی طور پر مکبر ریڈیو اور نشرگاہ صوت کے اعلیٰ ماہرین سے اس کی تحقیقات شروع کی، اور مکرر سہ کرر مراسلت کی،

دوسری جانب علماء اہل عصر ارباب فتویٰ سے گفتگو و مراسلت کا سلسلہ جاری رکھا، خود حضرت مولینا مرحوم سے مشافہۃً تمام متعلقہ پہلوؤں پر کئی کئی گھنٹے بحث و تحقیق کا سلسلہ جاری رہا،

یہ سلسلہ ہنوز مکمل نہ ہوا تھا کہ علماء سلف کی یہ آخری یادگار بھی اچانک حملہ مرض سے ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ میں دنیا سے رخصت ہوگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون،

مسئلہ ہنوز تشنہ تکمیل تھا، اس حادثہ نے اور بھی ہمت توڑ دی، ایک مدت تک پھر التوا میں پڑا رہا، اہل عصر ارباب فتویٰ کی کچھ تحقیقات و جوابات اس عرصہ میں موصول ہوئے، اور بتقاضائے ضرورت پھر اس مسئلہ پر لکھنے کے لئے احباب کا تقاضہ ہوا، اس لئے مسئلہ کی پوری تاریخ بتلانے کے بعد اس مکرر تحقیق اور چند سالہ غور و فکر اور اکابر علماء سے بحث و تمحیص کے بعد جس نتیجہ پر احقر ناکارہ پہنچا ہے توکلاً علی اللہ عرض کرتا ہوں، اس پر بھی اس وقت اقدام کیا جب اکابر علماء اہل تحقیق و ارباب فتویٰ سے زبانی بحث تمحیص میں اسکی موافقت معلوم ہوئی، مثلاً حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، حضرت مولانا محمد حسن صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولینا محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مذکورہ، حضرت مولانا خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان، حضرت مولانا اطہر علی صاحب صدر جمعیۃ علماء اسلام مشرقی پاکستان، اور علامہ زاہد کوثری از اکابر علماء مصر، مفتی اعظم فلسطین، مفتی دیار مصریہ، شیخ امجد زہاوی قاضی عراق و ترکستان،

اللہ تعالیٰ سے دعاء والتجاء ہے کہ صواب و سداد کی توفیق بخشیں، اور زلت و خطاء سے حفاظت فرمائیں، واللہ المستعان وعلیہ التکلان،

نماز میں آلہ مکبر الصوت کے استعمال پر احقر کی آخری رائے،

اس مسئلہ کے دو جز ہیں، ایک یہ کہ نماز میں آلہ مکبر الصوت کا استعمال کیسا ہے، اس کا جواب اسی رسالہ میں اوپر لکھ چکا ہوں، کہ اس کے مفاسد اس کی مصلحت سے بہت زیادہ ہیں، اثمھما اکبر من نفعھما کا مصداق ہے، اس کے استعمال پر پانچ مفاسد شدیدہ کی تفصیل گذر چکی ہے، اس لئے نماز میں اس سے اجتناب کرنا چاہئے، اور ترک و منع ہی کا فتویٰ دینا چاہیے،

دوسرا جز یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی ضرورت یا مجبوری سے یا اپنی رائے سے اس آلہ کی آواز پر نماز پڑھ لی[1]، تو اس کی نماز ہوگئی یا فاسد واجب الاعادہ ہے،

---

[1] جیسے آج کل حرمین میں سب حجاج و زائرین کو یہ مجبوری پیش آتی ہے،

اس معاملہ میں کافی غور و تفتیش، تحقیق اور علماء سے مراسلت و مراجعت کے بعد رائے احقر کی یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی، اعادہ لازم نہیں، اس کے وجوہ یہ ہیں :-

(۱) فسادِ نماز کا حکم کرنے کی صرف ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے کہ اس آلہ کی آواز کو امام کی اصلی آواز نہ قرار دیں بلکہ صدائے بازگشت کی طرح اس کی مثال و حکایت یا چربہ کہا جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں، بلکہ خالص سائنس جدید کا مسئلہ ہے، اسی کے ماہرین سے اس کا حل ہو سکتا ہے، انھیں کی تحقیق پر اعتماد کرنا ناگزیر ہے۔

پہلی مرتبہ جب سیدی سندی حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے ماہرین سائنس سے اس کی تحقیق طلب فرمائی، تو صرف حیدرآباد دکن کے ایک جواب میں ایسا لکھا گیا تھا کہ یہ آواز بعینہٖ متکلم کی آواز نہیں ہوتی بلکہ اس کی شبیہ و حکایت ہے۔ اس کے علاوہ بھوپال کے جواب میں اظہار تردد، اور علیگڑھ یونیورسٹی کے جواب میں پورے وثوق کے ساتھ یہ بیان کیا گیا تھا کہ یہ آواز امام کی اصلی آواز بعینہٖ ہے۔ اور اب پاکستان، کراچی، ڈھاکہ وغیرہ میں اس کی مکرر تحقیق کے وقت[1] سب اعلیٰ ماہرین فن نے ایک ہی جواب دیا کہ یہ آواز بعینہٖ متکلم کی آواز ہے۔

اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ آلہ مکبر الصوت کے ذریعہ دور تک پہنچنے والی آواز بعینہٖ متکلم کی اصلی آواز ہے اس کی نقل یا شبیہ ہرگز نہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ آواز (جو ہوا میں پیدا شدہ تموج کا نام ہے) پہلے اس کی لہریں ہوا پر سوار اور ہوا کی مقررہ رفتار سے سامع کے کانوں تک پہنچتی اور کچھ فاصلہ کے بعد ہوا میں منتشر ہو کر فنا ہو جاتی تھی، اس آلہ کے ذریعہ اب وہ بجائے ہوا کے برقی رو پر سوار ہو کر اپنی لہروں کے منتشر ہونے سے پہلے پہلے برقی رفتار سے ایک سیکنڈ میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ غرض تغیر و تفاوت آواز میں نہیں بلکہ اس کے مرکب و سواری میں ہے، کہ پہلے اس کا مرکب مادہ ہوا یہ تھا اب وہ برقی قوت بن گیا، آواز کی لہریں جوں کی توں بدستور بعینہٖ قائم ہیں۔

بناءً علیہ اس آواز کا اتباع امام ہی کا اتباع ہے۔ اس لئے فسادِ نماز کی کوئی وجہ نہیں۔

(۲) عام احکام اسلامیہ شرعیہ کے ملاحظہ سے یہ امر متیقن ہے کہ جن مسائل کا اصل مدار [illegible] ریاضی کی باریکیوں یا اصطرلاب وغیرہ آلات سے ہے شریعت مطہرہ نے سب میں [illegible] کر کے محض ظواہر پر احکام دائر فرمائے ہیں جن کو ہر خاص و عام، عالم و جاہل، شہری و دیہاتی آسانی کے ساتھ بلا استعانت آلات و حسابات معلوم کر کے اپنے [illegible] شدہ فرائض سے سبکدوش ہو سکے۔ رویت ہلال اور اختلاف مطالع کی بحث میں [illegible] اور اہل ریاضی کی تحقیقات کو [illegible] اصطرلاب کے استعمال کو [illegible] بنا پر مسائل شرعیہ کی بنیاد نہیں بنایا گیا، بلکہ ہلال کا مدار رویت پر [illegible] قربت و ماہ پر [illegible] گیا، حالانکہ یہ فنون اور ان کے آلات [illegible] بکثرت موجود و مروج تھے۔

---

[1] [illegible]

اس اصول کی بنا پر مسئلہ زیر بحث میں دو نتیجے نکلتے ہیں، اول یہ کہ عبادات خالصہ میں اس قسم کے آلات کا استعمال اصولاً پسندیدہ نہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل اسی رسالہ کے شروع میں آچکی ہے،

دوسرے یہ کہ اگر کسی نے ان آلات کو مسائل مذکورہ میں استعمال کر لیا تو اصل عمل کی صحت و عدم صحت کا مدار پھر بھی ان فنی تدقیقات پر نہیں، بلکہ ظاہر حال ہی پر رہے گا، مثلاً اگر کسی شخص نے اصطرلاب وغیرہ کے ذریعہ سمت قبلہ قائم کرلی، تو شرعاً اس کی صحت و عدم صحت کا معیار فن اصطرلاب کی باریکیاں نہ ہوں گی، بلکہ وہی عام مساجد بلدہ کی موافقت و عدم موافقت پر مدار ہوگا،

مذکورالصدر اصول کے مطابق آلہ مکبر الصوت کے ذریعہ سنائی دینے والی آواز کو ظاہر و متعارف عوام کے موافق متکلم کی اصلی آواز ہی کہا جائے گا، گو فنی تدقیقات بالفرض یہی ثابت کریں کہ وہ اصل آواز نہیں، بلکہ اس کا عکس ہے، کیونکہ اس صورت میں اصل آواز اور اس آلہ کی آواز کا فرق اس قدر دقیق ہوگا کہ اس کو عوام تو کیا، خود ماہرین سائنس کو بھی واضح نہ ہوا، اسی لئے ان میں اختلاف رہا، تو ایسی تدقیقات فلسفیہ جن کا ادراک ماہرفن بھی مشکل سے کرسکیں، احکام شرعیہ کا مدار نہیں ہوسکتیں، بلکہ ان احکام میں حسب ظاہر اس کو اصل متکلم ہی کی آواز قرار دیا جائے گا، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم،

(۳) آلہ مکبر الصوت کی آواز کو اصل آواز امام سے مختلف اس کی شبیہ و حکایت قرار دینے کی صورت میں فساد نماز کے حکم کا منشاء فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ:-

"تلقن من الخارج یعنی کسی ایسے شخص کی تلقین و تعلیم کا اتباع کرنا جو داخل نماز و شریک جماعت نہیں ہو امفسد نماز ہے، کما صرح بہ فی العنایۃ وفتح القدیر، مثلاً جو شخص شریک جماعت اور داخل نماز نہ ہو، اگر وہ علیحدہ کھڑا ہو کر امام کی تکبیرات باآواز بلند پکارتا ہے اور پچھلی صفوں کے مقتدی اس کی آواز پر نقل و حرکت کریں تو ان کی نماز فاسد ہے، یا کوئی شخص جو امام کے ساتھ شریک جماعت نہیں امام کو لقمہ دے، اور امام اس کو قبول کرلے تو سب کی نماز فاسد ہو،،"

اس مسئلہ پر مسئلہ زیر بحث کو قیاس کرکے یہاں بھی فساد نماز کا حکم دیا جاسکتا ہے، لیکن قیاس کرنے کے لئے دونوں میں مساوات شرط ہے، اور نظر غائر کے بعد دونوں مسئلوں میں بڑا فرق معلوم ہوتا ہے، اس لئے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، وجہ فرق یہ ہو کہ مسئلہ مصرحہ فقہاء میں آواز دینے والا ایک انسان مکلف خود مختار ہے جو داخل نماز اور شریک جماعت ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور پھر داخل ہوئے بغیر تکبیریں پکار رہا ہے،

اور مسئلہ مکبر الصوت میں آواز دور تک پہنچانے والا ایک آلہ بے جان بے حس و بے شعور ہے، نہ وہ دخول فی الصلوٰۃ کی صلاحیت رکھتا ہے، نہ اس کا مکلف ہے منطقی اصطلاح میں عدم ملکہ اور عدم بسیط کا فرق ان دونوں میں واضح ہے، جس کا اثر مسئلہ پر یہ ہوسکتا ہے کہ انسان جو خود مختار اور مکلف ہے اس کا فعل اسی کی طرف منسوب ہے، بخلاف ایک آلہ بے حس و شعور کے کہ اس کا فعل اس کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اس کے محرک کی طرف منسوب ہوتا ہے، گولی چلانے یا تیر و تلوار مارنے سے کوئی شخص ہلاک یا زخمی ہو جائے تو

شرعاً اور عرفاً چلانے والے کا فعل اور اسی کا جرم سمجھا جاتا ہے، گولی یا تیر و تلوار کی طرف کسی کا دھیان بھی نہیں جاتا، فقہاً کا مسلمہ ضابطہ ہے کہ جس کام میں کوئی فاعل مختار واسطہ بنکر مباشر عمل ہو تو فعل اس واسطہ کی طرف منسوب ہو جاتا ہے، اور جہاں کوئی واسطہ غیر ذی شعور غیر مختار ہو تو فعل اصل محرک اور فاعل ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے، واسطہ کی طرف منسوب نہیں ہوتا،

بناءً علیہ اگر ایک انسان مکلف و مختار خارج نماز کی آواز کے اتباع کو فقہاء نے مفسد نماز قرار دیا ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک آلہ بے حس و شعور کی آواز کا بھی یہی حکم ہو کیونکہ وہ واسطہ محض ہے۔ اس کا فعل در اصل محرک آلہ کا فعل اور اسی کی طرف منسوب ہے، اس نظر فقہی کے اعتبار سے بھی آلہ مکبر الصوت سے نکلی ہوئی آواز امام ہی کی آواز قرار دی جائے گی، کیونکہ محرک اس کا وہی ہے۔ اگرچہ فنی طور پر یہ اس کی بعینہٖ آواز نہ ہو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی آواز پر نقل و حرکت فساد نماز کا موجب نہیں ہوگی،

ایک شبہ کا جواب

بعض علماء نے اس تلقن من الخارج کی بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"ظاہر ہے کہ آلہ مکبر الصوت کے ذریعہ سے آوازِ امام کو سن کر اس پر کاربند ہونا خارج کی دلالت و تلقین و تعلیم پر کاربند ہونا ہے، چاہے وہ آواز عین آوازِ امام ہو یا غیر جب وہ ہم تک اسی صورت میں اس آلہ کے ذریعہ سے آئی، تو اس آلہ غیر شریک نماز کو اس آواز کی تعلیم و تلقین و دلالت میں دخل ہو گیا، اور اس آواز کی تعلیم و تلقین و دلالت کی نسبت اس آلہ کی طرف بھی ہوگی لہٰذا اور اس کی دلالت کے مطابق کاربند ہونا تلقن من الخارج ہونے سے مفسد نماز ہوا"

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی خارج از نماز کا مطلق دخل تلقن من الخارج کے تحت میں داخل ہو کر مفسد نماز قرار دیا جائے تو بلا واسطہ مکبر الصوت جو آواز امام کی ہم تک پہنچتی ہے اس میں بھی ہوا کا واسطہ اور دخل ہے اور بڑی بڑی مساجد میں امام کی آواز جن جدر و سقف سے ٹکرا کر پہنچتی ہے اس کو بھی دخل ہے، تو ان صورتوں میں بھی نماز فاسد ہونی چاہئے جس کا کوئی قائل نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً کسی واسطہ کا دخل تو مفسد نماز نہیں بلکہ جس واسطہ کی طرف فعل کی نسبت کی جا سکے وہ مفسد نماز ہے، اور جہاں کوئی واسطہ محض ہے جس میں شعور و ارادہ نہیں اس کی طرف فعل و تشریع تاثیر کی نسبت نہیں ہوتی، اس کا دخل مفسد نہیں کیونکہ درحقیقت وہ تلقن من الخارج نہیں بلکہ تلقن من الامام بواسطہ الخارج ہے، جس کی ایک نظیر بذریعہ عینک دیکھنا ہے، ایک ضعیف البصر آدمی جو بلا عینک کے صاف نہیں دیکھتا وہ عینک لگا کر کسی واقعہ کا مشاہدہ کرے، یا دوربین کے ذریعہ چاند دیکھ کر رویت کی شہادت دے تو کوئی اس کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے واقعہ کو اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا، اسی طرح جو شخص آلہ مکبر الصوت سے کسی کی آواز سنے تو سننے والا وہ شہادت بالسماع دے سکتا ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے اس کو یہ کلام سنا اور جس طرح دوربین یا عینک سے دیکھنا اصل واقعہ کا دیکھنا ہے، اسی طرح مکبر الصوت سے سننا اصل آواز امام کا سننا ہے، یہ دوربین یا عینک یا آلہ وسائط و واسطہ محض اور بے جان ہیں، ان کی طرف فعل کی نسبت نہیں کی جاتی،

Marfat.com

اس لئے اس کے ذریعہ سنی ہوئی آواز کا اتباع خارج سے تلقین و تعلیم کی حد میں داخل نہیں ہو سکتا، اور فساد نماز کا حکم نہیں کیا جا سکتا، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم،

(۴) مکبر الصوت کی آواز کو صدائے بازگشت پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں، کیونکہ دونوں کی حقیقت میں بون بعید ہے، صدائے بازگشت میں آواز ٹکرا کر واپس ہوتی ہے، اور مکبر الصوت کی آواز ایک سوراخ سے داخل ہو کر دوسرے سوراخ سے سنی جاتی ہے، جیسے کوئی پائپ (نل) کے اندر بات کرے، علاوہ ازیں صدائے بازگشت کا مسئلہ جسکی تصریح فقہاء کے کلام میں موجود ہے، وہ سجدۂ تلاوت کے باب میں وارد ہے، کہ کسی نے آیت سجدہ اصل قاری کی زبان سے سننے کے بجائے گنبد یا کنویں کی بازگشت سے سنی، تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں، لیکن اس کی تصریح کہیں فقہاء کے کلام میں نظر سے نہیں گذری، کہ اگر کسی مقتدی نے صوتِ صدا سن کر حرکات انتقالیہ میں اس کا اتباع کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اب یہ ہو سکتا ہے کہ مسئلہ تکبیرات کو سجدۂ تلاوت پر قیاس کریں، اور یہ قرار دیں کہ جیسے مسئلہ سجدہ میں صوت صدی کا اعتبار نہیں کیا گیا، اسی طرح تکبیرات کو پچھلی صفوف تک پہنچانے میں بھی صوت صدی کا کوئی اعتبار نہ ہونا چاہئے، اور جب وہ قابل اعتداد نہ رہی تو اس کا اتباع مفسد نماز ہوگا،

لیکن اس میں بھی یہ امر غور طلب ہے کہ مسئلہ سجدہ میں ایک عبادت یعنی سجدۂ تلاوت کا ایجاب مستقل ہے، جو حسب تصریح فقہاء آیت سجدہ کی تلاوت صحیح یا اس کے سننے پر موقوف ہے، اور حسب تصریح بدائع صوت صدی کو تو تلاوت ہی نہیں کہہ سکتے، اور کسی نے مجنون کی زبان سے آیت سجدہ سن لی، تو وہ اگرچہ تلاوت ہے مگر تلاوت صحیح نہیں، کیونکہ مجنون تلاوت کی اہلیت نہیں رکھتا، اس لئے اس سے آیت سجدہ سننے پر بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا، (بدائع صفحہ ۱۸۶، جلد ۱)

بخلاف اس مسئلہ کے کہ مقتدی پر امام کی اتباع اور اس کے ساتھ رکوع و سجود میں منتقل ہونا پہلے سے لازم و واجب ہے، مکبر کی آواز اس کے واجب ہونے کا سبب یا علت نہیں، بلکہ مکبر کی آواز صرف انتقالِ امام کی خبر دینے والی ہے، اور امام کی حرکات انتقالیہ پر اطلاع، جیسے عام طور پر امام کی آواز سے ہوتی ہے، اسی طرح کبھی اگلی صف کی نقل و حرکت سے کبھی سایہ وغیرہ سے بھی ہو جاتی ہے، اور کبھی مکبر کے با آواز بلند تکبیر کہنے سے، اور کبھی آلہ مکبر الصوت سے بھی ہو جاتی ہے، بہر حال اتباع امام ہی کا ہوتا ہے، جو بسبب اقتدا پہلے ہی سے اس کے ذمہ لازم تھا، آواز مکبر یا مکبر الصوت کے سننے یا نہ سننے پر اس کا مدار نہیں،

اس لئے صوت صدی کا وجوب سجدہ میں اعتبار نہ کرنا اور چیز ہے، اور اس کے ذریعہ انتقال امام پر استدلال کر کے نقل و حرکت کرنا دوسری چیز،

خلاصہ یہ ہے کہ تحقیقات سائنس سے قطع نظر اگر اس آواز کو امام کی اصل آواز نہ مانا جائے، بلکہ مثل صوت صدی کے قرار دیا جائے تو خود مقیس علیہ میں بھی فساد صلوٰۃ کا حکم نہ فقہاء کی تصریح سے ثابت ہے، اور نہ اس کی وجہ فقہی ہو سکتی ہے، بلکہ اگر امام کی آواز کسی مقتدی کو بذریعہ صدی پہنچ جائے، اور مقتدی اس پر نقل و حرکت کرے تو اس میں بھی کوئی وجہ فساد کی نہیں معلوم ہوتی، پھر اس پر مکبر الصوت کو قیاس کر کے مفسد نماز کہنا

کیسے صحیح ہو سکتا ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم،

(۵) بعض اہل عصر کے فتاوی میں آلہ مکبر الصوت کے استعمال کو آیہ کریمہ ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها، کے خلاف قرار دیکر ناجائز بتلایا گیا ہے، یہ اس لئے صحیح نہیں کہ اولاً تو اس آیت میں قراءت کے ایک مسنون اور معتدل طریق کی تعلیم کی گئی ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ اگر کوئی شخص نماز میں جہر مفرط یا اخفاءِ مفرط کرنے لگے، تو اس کی نماز فاسد ہے، اس لئے ائمہ فقہاء میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں کہ نماز میں جہر مفرط یا اخفاءِ مفرط مفسد نماز ہے، اس لئے اس آیت کی بنا پر فساد نماز کا حکم کوئی معنی نہیں رکھتا،

ثانیاً اس آلہ کے لئے جہر مفرط لازم بھی نہیں، کیوں کہ اس سے جس طرح آواز بلند سے بلند نکالی جا سکتی ہے اسی طرح معتدل آواز بھی نکالی جا سکتی ہے، اس لئے اس کے استعمال کو مدلول آیت کے منافی قرار دینا صحیح نہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم،

یہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر آلہ مکبر الصوت کے نماز میں استعمال سے فساد نماز اور اعادہ کا حکم ہونا چاہیے، هذا ما سنح لی واللہ سبحانہ وتعالیٰ ولی التوفیق والسداد، اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه، وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه،

آخر میں حسب وعدہ دو ضمیمے شامل کیے جاتے ہیں،

ضمیمہ اولیٰ میں ماہرین سائنس کی تحقیقات و جواب ہیں، اور ضمیمہ ثانیہ میں اکابر علماء عصر کے خطوط و جوابات جو اس سلسلہ میں موصول ہوئے، درج کئے جاتے ہیں تاکہ اہل علم کو اطمینان حاصل کرنے میں مدد ملے،

آخر میں یہ عرض ہے کہ اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اپنی ناقص تحقیق اور ناقص فہم پر اس کا مدار ہے، اگر کسی صاحب کو اس کے خلاف کوئی دوسری صورت راجح معلوم ہو وہ دوسرے علماء سے تحقیق کر کے عمل کریں، اور احقر کو بھی اطلاع کر دیں تو باعث ممنونیت ہوگا، واللہ الموفق والمعین،

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۱۰ شعبان ۱۳۷۲ھ م ۲۵ اپریل ۱۹۵۳ء

ضمیمۂ اُولیٰ

آلۂ مکبّر الصوت کے متعلّق ماہرینِ سائنس کی تحقیقات

پہلی مرتبہ

از حکیم الاُمّت مجدّد الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

تحقیق از شبّیر علی ایم۔اے پروفیسر محکمۂ سائنس علیگڈھ

بمشورۂ دیگر اصحاب محکمۂ مذکورہ

(۱)

لاؤڈ اسپیکر کے ڈائل پر سے جو آواز بلند ہو کر دور جاتی ہے وہ بجنسہٖ آواز متکلم یا خطیب ہوتی ہے، جو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ قوی ہو جاتی ہے، آواز دراصل ہوا میں لہروں کے پیدا ہونے کا نام ہے جو زبان کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے، اور کان کے پردے پر جا کر اسی قسم کی کیفیت پیدا کرتی ہے، کان کے پردے تک پہنچنے سے پیشتر اگر وہ لہریں ضعیف ہو چکی ہیں (جس کے اسباب مختلف ہو سکتے ہیں، مثلاً باد مخالف یا شور و غل وغیرہ) اور پھر اُن کو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ قوی کر دیا گیا ہے تاکہ وہ زیادہ دور تک جا سکیں، تو ایسی صورت میں لاؤڈ اسپیکر کے بعد جو آواز نکل رہی ہے وہ فی الحقیقت اصلی ہی آواز ہے، آواز ڈائل پر جا کر ختم نہیں ہو جاتی ہے، لاؤڈ اسپیکر ان ضعیف لہروں میں ایک قسم کی نئی جان ڈال دیتا ہے، اور یہ فعل ان لہروں کے معدوم ہو جانے سے پیشتر ہوتا ہے، یعنی وہ لہریں متکلم کے منہ سے نکلی ہوئی بجنسہٖ اپنی اصلی حالت پر قائم ہوتی ہیں،

صدائے بازگشت میں آواز کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ مخرج یا منبع سے آواز نکل کر کسی چیز سے ٹکراتی ہے اور واپس ہو جاتی ہے، چونکہ اس فاصلہ کو طے کرنے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے، اور آواز کی رفتار زیادہ تیز نہیں ہے، اس لئے دوسری آواز سنائی دیتی ہے، صدائے بازگشت میں وہی آواز ٹکرا کر سنائی دیتی ہے اور لاؤڈ اسپیکر میں وہی آواز ضعیف سے قوی ہو جاتی ہے اس لئے اس میں دو آوازیں سنائی نہیں دیتیں،

Marfat.com

(۲)

برج نندن لال صاحب، بی، ایس، سی،

جب کسی شے میں حرکت ہوتی ہے تو اس عالم میں بیرونی ہوا پر اس کے صدمہ سے صورت تموج پیدا ہوتی ہے، جو اصل حرکت کے بجنسہ مطابق ہوتی ہے، اس کو تموجِ اصوات کہتے ہیں، جب کوئی شے ان کے سدراہ ہوتی ہے تو ان میں صدائے بازگشت یا لہر ہوتی ہے، اور چند اصول کے ماتحت ان لہروں کا اجتماع ایک مرکز پر ہوتا ہے، اگر اس مرکز کو کان پر رکھا جائے تو وہ آواز اگرچہ ابتداءً نہایت آہستہ ہو بلند اور صاف سنائی دیتی ہے، دیگر درمیانی مقام پر وہ ہرگز سنائی نہیں دیتی، اگر جہاں سے وہ آواز ہوتی ہے، اور جہاں کہ یہ لہر ہوتی ہے دونوں مقامات کے درمیان ایک خاص معینہ فاصلہ سے کم ہو تو اس میں گونج اور صدائے بازگشت پیدا ہوتی ہے، جو اصل آواز سے بلند ہوتی ہے اور بعض اوقات میلوں تک سنائی دیتی ہے،

جب کبھی آواز کسی تنگ نلکی میں ہو کر گذرتی ہے تو مشاہدہ میں آیا ہے کہ وہ بہت بلند ہو جاتی ہے، اور دور تک جاتی ہے، وجوہات کی تفصیل طویل ہے، ایک وجہ ماہرین نے یہ بیان کی ہے کہ :-

نلکی کے اندر ہوا میں بکثرت تموج ہوتا ہے، جو اصل آواز کے مطابق اور بجنسہ ہوتا ہے، اس سے اصل کو تقویت حاصل ہو جاتی ہے، اور سامعین کو وہ آواز بلند ہو کر سنائی دیتی ہے،

بالجملہ لاؤڈ اسپیکر کی ساخت میں، میرا خیال ہے کہ انہی دونوں اصول کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ کسی دیگر طبیعیات کے اصول کی بھی مدد لی جاتی ہے، افسوس ہے کہ میرے پاس یا میرے علم میں کوئی کتاب سردست موجود نہیں ہے جس میں اس جدید ایجاد کا ذکر کیا گیا ہو، لیکن یقین ہے کہ کوئی علم طبعیات کی کتاب جو حال ہی میں تیار ہوئی ہو اور جس میں جدید باتوں کا ذکر ہو تو اس میں اس کی تصدیق مل سکے گی، البتہ راقم کے بیان کی صداقت ناظرین کو طبعیات یا اس اور میں علم صوت کا بیان پڑھنے پر معلوم ہو جائے گی،

(بعد میں مذکورالصدر نندن لال صاحب کی مزید تحریر بالفاظ ذیل موصول ہوئی)

آواز جو لاؤڈ اسپیکر سے پیدا ہوتی ہے وہ خود تو بولنے والے ہی کی آواز کا اثر ہے، گو وہ اصل آواز نہ ہو، ہیں، کہتے ہیں کہ پہاڑ پر جو صدا سنائی دیتی ہے وہ غیر محسوس عرصہ کے بعد اس وجہ سے سنائی دیتی ہے کہ وہ واپس خود بخود لوٹتی ہے، لیکن یہاں برقی رو اس میں دیر نہیں ہونے دیتی، قائل کی زبان کی حرکت صرف ایک موج پیدا کرتی ہے، اور یہاں تو کئی ایک موجیں پیدا ہوتی ہیں، اور ان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے، جس طرح ایک راگ گانے والے کی آواز ہوگی، اگر وہ لوگ تال ملا دیں تو ہم یہ بتا سکیں گے کہ کونسی کس کی آواز ہے، برقی قوت یہی شکل پیدا کرتی ہے، غرض وہ یہ کہتے ہیں کہ برقی قوت کی وجہ سے میں تو کم از کم یہ ماننے میں تامل کرتا ہوں کہ یہ اصلی آواز ہے، اور اس کا انکار بھی مجھ سے ممکن نہیں کہ ثبوت مشکل ہے، انتہی،

Marfat.com

(۳)

از حیدرآباد دکن، بذریعہ مولوی عبدالحی صاحب

آواز کے متعلق علمائے سائنس کی یہ رائے ہے کہ جس جسم سے آواز نکلتی ہے وہ ایک خاص قسم کی ارتعاشی حرکت کرتا ہے، یہ ارتعاشی حرکت مادہ میں بجنسہٖ منتقل ہوتی ہے، اور عام طور پر بالآخر ہوا میں منتقل ہو کر سننے والے کے کان تک پہنچتی ہے،

مکبر الصوت مختلف قسم کے ہیں، برق کی نوعیت کے مکبر الصوت میں بولنے والا بات کرتا ہے تو آواز کی موجیں براہ راست منعکس ہو کر سننے والے تک منتقل ہوتی ہیں، بلندی آواز کی وجہ اس خاص صورت میں یہ ہو کر موجوں کی توانائی ہوا کے وسیع رقبوں میں پھیل کر منتشر نہیں ہونے پاتی بلکہ ایک خاص سمت میں موجوں کی ہدایت ہونے سے آواز تقریباً اپنی کامل ابتدائی توانائی کے ساتھ سامع تک پہنچ جاتی ہے، اس آواز کو بلاشبہ بولنے والے ہی کی آواز سمجھ سکتے ہیں، اس مکبر الصوت سے آواز کا انتقال بہت دور تک نہیں ہو سکتا، اگر مکبر الصوت برقی نوعیت کا ہے جیسا کہ معمولی لاسلکی ٹیلیفون کے ساتھ استعمال کرنے کا آلہ ہوتا ہے، تو اس کی نوعیت بالکل جداگانہ ہے، یہاں آواز کے پیدا کرنیوالے جسم کی ارتعاشی حرکت اپنی نوعیت بدل کر ایک دوسری قسم کی ارتعاشی صورت اختیار کر لیتی ہے، گویا کہ آواز کی نقل برقی رؤں یا برقی موجوں میں تیار کر لی جاتی ہے، اور سننے والے کے لئے آلۂ سماعت میں داخل ہو کر بالآخر آواز کے مادی ارتعاشی کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے، جو کہ آواز پیدا کرنے کے لئے لازمی ہے، اس طرح سننے والا نقل در نقل یا بالواسطہ طریقے سے آواز سن پاتا ہے، ایسے لاؤڈ اسپیکروں کی آواز ابتدائی آواز کی محض نقل یا حکایت ہی سمجھی جاتی ہے، فقط ۳ صفر ۱۳۴۷ھ "

یہاں تک وہ جوابات تھے جو سیدی حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ کو وصول ہوئے، اور جن پر حضرت کے فتوی کا مدار تھا، اس کے بعد احقر (محمد شفیع) نے مزید تحقیق کی تو مندرجہ ذیل تحقیقات سامنے آئیں،

مکرر تحقیق از ماہرین سائنس

منجانب بندہ محمد شفیع دیوبندی مقیم کراچی

سوال
از ماہرین سائنس

نماز میں آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کی آواز پر تکبیر تحریمہ اور رکوع و سجدہ وغیرہ میں منتقل ہونا پھر سلام دے کر نماز ختم کرنا جائز ہے یا ناجائز، اس مسئلہ کا مدار اس تحقیق پر ہے کہ آلہ مکبر الصوت کے ذریعہ جو آواز دور تک پہنچتی ہے وہ بعینہ امام کی آواز ہے، یا اس کی صورت یہ ہے کہ امام کی آواز سے پیدا شدہ تموج کو یہ آلہ اپنے اندر جذب اور محفوظ کر کے اس کو ریڈیائی طاقت سے دور پہنچا دیتا ہے، اور سنی ہوئی آواز امام کی آواز کا عکس ہوتی ہے، (مثل آواز بازگشت) مگر چونکہ آلہ کا اس آواز کو اپنے اندر لینا اور باہر پھینکنا برقی سرعت کے ساتھ

بیک وقت ہوتا ہے، اس لئے باوجود مغائرت کے ایک ہی آواز مسلسل معلوم ہوتی ہے، اس مسئلہ کی تحقیق پہلے بھی چند ماہرین سے کی گئی تھی، لیکن اُن کے جواب مختلف آنے کی بنا پر مزید تحقیق کی ضرورت محسوس ہوئی، براہِ کرم اسکے متعلق اپنی رائے اور تحقیق سے مطلع فرمایئے۔ بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

جواب از کمیونیکیشن اینڈ ایلوئیشن ڈیپارٹمنٹ، کراچی

(۱) جو آواز آلہ مکبر الصوت کے ذریعہ دور تک پہنچتی ہے، وہ بعینہ بولنے والے کی آواز ہوتی ہے، اور کسی صورت سے کسی قسم کا عکس نہیں ہوتی،

(۲) جب کوئی شخص بولتا ہے تو اس کی آواز بولنے والے تک ہوا کے ذریعہ پہنچتی ہے، لیکن جب وہ شخص آلہ مکبر الصوت کے ذریعہ بولتا ہے تو اس کی آواز بجائے ہوا کے بجلی کی لہروں کے ذریعہ اور اسی کی رفتار سے سننے والے تک پہونچتی ہے،

(۳) یہ ہرگز صحیح نہیں کہ آلہ مکبر الصوت آواز کو گراموفون کی طرح محفوظ کرکے برقی سرعت کے ساتھ آگے پہنچاتی ہے، نقط: مستور رفیع، بی، ایس، سی،

ڈپٹی ڈائرکٹر آف کمیونیکیشن اینڈ ایلوئیشن ڈیپارٹمنٹ کراچی)

---

(۵)

جواب از محکمہ ریڈیو پاکستان

بمعرفت آنریبل خواجہ شہاب الدین وزیر داخلہ پاکستان

جب ہم کہیں بولتے ہیں تو جو الفاظ دوسرا شخص ہم سے سنتا ہے وہ کہنے والے اور سننے والے کے درمیانی ہوا میں تموج کے ذریعہ اس تک پہنچتے ہیں، اسی تموج کو فنی اصطلاح میں آواز کی لہریں کہا جاتا ہے،

یہ لہریں واسطہ (ہوا) کے دباؤ اور پھیلاؤ کے سوا اور کچھ نہیں ہوتیں، ان کا مقابلہ پانی کے تالاب میں پتھر پھینک کر لہریں پیدا کرنے سے کیا جاسکتا ہے، بولنے والے کی آواز کی پیدا کی ہوئی لہریں مائکروفون سے ٹکراتی ہیں، اور مائکروفون میں آواز کی لہروں کو برقی لہروں میں بدلنے کا ایک آلہ ہوتا ہے، (ایمپلی فائر) یعنی اضافہ کرنے والے آلات کی مدد سے اُن برقی لہروں کی شدت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے،

بات یہ ہے کہ بولنے والے کی پیدا کردہ آواز کی معمولی شدت دور کے سننے والوں تک پہنچے یا نہ پہنچے مگر یہ برقی لہریں اس مقصد کو پورا کرسکتی ہیں، کیوں کہ اس صورت میں آواز کے پاٹ کو حسبِ منشا بڑھایا جاسکتا ہے، یہ اضافہ کردہ برقی قوت لاؤڈ اسپیکر کو چلاتی ہے، لاؤڈ اسپیکر میں برقی لہروں کو آواز کی لہروں میں تبدیل کرنے کا ایک آلہ ہوتا ہے، چنانچہ واضح ہوگیا ہوگا کہ اس سلسلہ کی کسی منزل پر بھی بولنے والے کی آواز

Marfat.com

جذب و محفوظ نہیں ہوتی۔ بالفاظ دیگر بولنے والا جس لمحہ کوئی لفظ ادا کرتا ہے اسی لمحہ برقی آلات اُس کی آواز کے زور کو بڑھا دیتے ہیں تاکہ اُسے زیادہ لوگ سُن سکیں۔

(۶)

نقل از رسالہ "آواز" آل انڈیا ریڈیو دہلی

مائیکروفون سے ریڈیو تک

آپ کا ریڈیو کیونکر بولتا ہے، گانے، تقریریں، یا ڈرامے جو آپ سنتے ہیں کس طرح ہوا پر سوار ہو کر آپ کے سٹ پر آجاتے ہیں؟ کونسا پرزہ بجلی کی ان موجوں کو جذب کرتا ہے، اور پھر انھیں جوں کا توں آواز کی شکل میں بدل کر آپ تک پہنچا دیتا ہے؟

آیئے! آج ہم آپ کو اس کی کہانی سُنائیں۔

ریڈیو ریسیور کا نام تو آپ نے سُن ہی رکھا ہوگا، یہ چھوٹا سا آلہ ان بجلی کی موجوں کو جو کسی ٹرانسمیٹنگ سٹیشن سے پھینکی جاتی ہیں، پہلے تو ویسے کا ویسا ہی اپنے میں جذب کر لیتا ہے، اور پھر انھیں آواز کی شکل میں بدل کر آپ تک پہنچا دیتا ہے، اب آپ پوچھیں گے کہ یہ بجلی کی موجیں کس طرح پھینکی جاتی ہیں، اور کیونکر یہ ہوا ریسیور تک پہنچ جاتی ہے!

اس کے جواب میں ہم ٹرانسمیٹنگ کے مقررہ اصول آپ کو ذرا تفصیل سے بتا دیتے ہیں تاکہ اچھی طرح آپ کی سمجھ میں آجائے کہ آپ کے ریڈیو سیٹ کے مختلف پرزے کیا اور کس طرح کام کرتے ہیں، لیکن ٹرانسمیٹنگ کے اصولوں کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے پہلے انجنیرنگ کے اُن ناموں کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھنا ضروری ہے جو بجلی کی موجوں کی مختلف رَو کے لئے بولے جاتے ہیں، مثلاً ویولینگتھ (WAU LNGTH) فری کوئنسی (FRE U.I.NC Y) ایمپلی ٹیوڈ (AMPLI TUDE) ان ناموں کے صحیح مطلب آگے چل کر ہم آپ کو سمجھائیں گے۔

سب سے پہلے بجلی کی موجوں کو لیجئے، سائنس کے ماہروں نے بڑے تجربوں کے بعد یہ مان لیا ہے کہ بجلی کی رَو فضا میں پھینکی جاتی ہے، اس سے ایتھر (ETHER) میں لہریں یا موجیں پیدا کی جاسکتی ہیں، پانی میں لہریں اٹھتی ہوئی آپ نے دیکھی ہیں، کسی تالاب کے کنارے کھڑے ہو کر ایک پتھر پھینک کر دیکھئے، لہروں کے حلقے جلد جلد بنتے اور تیزی سے پھیلتے ہوئے دکھائی دیں گے، یہی حال ایتھر میں بجلی کی رَو پھینکنے سے ہوتا ہے، یہاں بھی لہروں کے حلقے جلد جلد بنتے اور پھیلتے چلے جاتے ہیں، ان لہروں کا آپس میں جو فاصلہ ہوتا ہے وہی ویولینگتھ یعنی لہروں کی لمبائی کہلاتا ہے، حال میں یہ بھی دریافت ہوا ہے کہ روشنی اور گرمی کی لہریں بھی ایتھر میں بے تار برقی کی لہروں کی طرح پیدا کی جاسکتی ہیں، فرق ان دونوں میں صرف یہ ہوتا ہے کہ روشنی اور گرمی کی لہریں بے تار برقی کی لہروں سے بہت چھوٹی ہوتی ہیں، لیکن روشنی اور گرمی کی لہریں فضا میں اسی تیز رفتاری سے پھیلتی ہیں جس تیز رفتاری سے بے تار برقی کی لہریں، آپ حیران رہ جائیں گے جب آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ لہریں ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار

یہ بات پیش نظر رکھی جائے کہ تحقیق ریڈیو کے متعلق ہے آواز الصوت کے متعلق نہیں اور ان دونوں کے فرق کو اہل سائنس کے آخری جواب میں واضح کر دیا گیا ہے

Marfat.com

میل کی رفتار سے پھیلتی ہیں، یا دوسرے الفاظ میں سمجھیے کہ بے تار برقی کی صرف ایک لہر ایک سیکنڈ میں سات مرتبہ دنیا کے گرد چکر لگا ڈالتی ہے،

آئیے اب آپ کو یہ بتلائیں کہ فری کوئنسی کی اصطلاح کس وقت بولی جاتی ہے، بات یہ ہے کہ جب بے تار برقی کی لہریں ایتھر سے گذرتی ہیں تو ایتھر کے چھوٹے چھوٹے ذرات سے ٹکرا کر اپنا راستہ بناتی جاتی ہیں، اس ٹکرانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایتھر میں لہریں پیدا ہوتی جاتی ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح پانی میں لہریں اٹھتی اور بکھرتی جاتی ہیں، اسی طرح ایک سیکنڈ میں بے تار برقی کی لہر اپنا راستہ آگے بنانے کے لئے جتنی مرتبہ ایتھر کے ذرات کو حرکت دیتی ہے اسے اس لہر کی فری کوئنسی کہتے ہیں، لیکن یہاں ہم آپ کو یاد دلا دینا چاہتے ہیں کہ ایتھر کا ذکر یہاں ہم نے ایک ٹھوس مادہ کی طرح کیا ہے اور پانی سے اس کی مثال دی ہے [illegible] لئے کہ آپ کے ذہن میں ایتھر کا ابتدائی تصور پیدا ہو جائے، ورنہ ایتھر نہ خود مادہ ہے، نہ پانی سے اس کا مقابلہ ہو سکتا ہے،

ہاں تو ہم فری کوئنسی کا ذکر کر رہے تھے، ہم نے ابھی کہا کہ بے تار برقی کی لہر سے ایتھر کے ذرات ایک سیکنڈ میں جتنی مرتبہ حرکت ہوئی اس کا نام فری کوئنسی ہے، اسے یوں سمجھئے کہ ایک سیکنڈ میں [illegible] ہزار میل کی لمبائی میں جو بے تار برقی کی [illegible] ہیں، اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جتنی چھوٹی لہر ہو گی فری کوئنسی اتنی ہی زیادہ بڑی ہو جائے گی [illegible] ویولینگتھ عموماً میٹر کی شکل دکھائی جاتی ہیں، اور فری کوئنسی دکھانے کے لئے سائیکل، کلو سائیکل، میگا سائیکل کے نام استعمال کئے جاتے ہیں، ایک کلو سائیکل ایک ہزار سائیکل کے برابر ہوتا ہے، اور خود سائیکل کی لفظ ایتھر کی [illegible] ٹکرانے سے جو حالت پیدا ہوتی ہے اُسے ظاہر کرتا ہو،

اب یہ سمجھ لیجئے کہ جس طرح وائرلیس کی قوت سے ایتھر میں لہریں پیدا کی جاتی ہیں، اسی طرح آوازوں کی قوت سے ہوا جیسی دبیز چیز میں بھی لہریں پیدا کی جا سکتی ہیں، اور اس کے لئے بھی ویولینگتھ، فری کوئنسی اور سائیکل کی اصطلاحیں انہی معنوں میں استعمال ہوتی ہیں، لیکن ان دونوں میں خاص فرق یہ ہوتا ہے کہ جب کانوں سے سنائی دینے والی آوازوں کو ہوا میں پھینکتے ہیں تو لہروں کی فری کوئنسی بہت کم ہوتی ہے، مثلاً [illegible] صرف پچاس سے دس ہزار سائیکل تک اور اس کے خلاف وائرلیس کی فری کوئنسی [illegible] تک ہوتی ہے،

یہ تھیں بجلی کی لہروں کے بارے میں شروع کی کچھ باتیں، ان کو [illegible] مائیکروفون سے چل کر اسی حد تک کس طرح پہنچتے ہیں، فرض کریں کہ اس وقت آپ ایک اسٹوڈیو میں ہیں اور وہاں گانے کا ایک پروگرام ہو رہا ہو، اس پروگرام کی وجہ سے ہوا میں جو لہریں پیدا ہوں گی ان کی فری کوئنسی [illegible] لیکن سب کی فری کوئنسی ایک سیکنڈ میں [illegible] میں گانے والے کے آگے ایک چھوٹا سا بہت باریک [illegible] مائیکروفون آواز کو بجلی کی لہروں میں بدل دیتا ہے، البتہ یہ کرنٹ بجلی کی [illegible] ہوتا ہو، اس کو دوسری مشینوں کی مدد سے [illegible]

اس قدر صحیح بنائی گئی ہیں کہ یہ سارے درجے طے کر جانے کے بعد بجلی کی رَو کی شکل قریب قریب وہی رہتی ہے جو اسٹوڈیو میں میکروفون کے اندر داخل ہونے کے وقت تھی، یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بجلی کی یہ رَو جو اسٹوڈیو میں میکروفون کے اندر پیدا ہوتی ہے اس کو وائرلیس کی لہروں کی طرح فضا میں نہیں پھینکا جا سکتا، اس لئے کہ اُن کی فری کوئنسی بہت کم ہوتی ہے، اس مطلب کے لئے ایک اور بہت زیادہ فری کوئنسی کی بجلی کی رَو سے کام لیا جاتا ہے، جس کی فری کوئنسی تقریباً پندرہ سو کلو سائیکل یعنی پندرہ لاکھ فی سیکنڈ سے لے کر بیس میگا سائیکل یعنی دو کروڑ فی سیکنڈ تک ہو سکتی ہے، یہ بجلی کی رَو یعنی کرنٹ علیحدہ پیدا کی جاتی ہے، پھر اُسے اس کرنٹ سے جو میکروفون سے پیدا ہونے کے بعد ایمپلی فائی (EMPLIFY) کیا گیا ہے ملا دیتے ہیں، اور ان دونوں کو فضا میں پھینک دیا جاتا ہے، یوں سمجھئے کہ اسٹوڈیو سے جو کرنٹ چلتا ہے وہ سوار ہوتا ہے، اور اونچی فری کوئنسی کا جو کرنٹ اس کی مدد کے لئے باہر دیا جاتا ہے، وہ اس کا گھوڑا بن جاتا ہے، اور یہ گھوڑا اپنے سوار کو لے کر اس تیزی سے چلا جاتا ہے، جس طرح روشنی کی لہریں جاتی ہیں، یاد رہے کہ یہ لہریں ٹرانسمیٹر کے قریب بہت طاقتور ہوتی ہیں، لیکن جوں جوں آگے بڑھتی جاتی ہیں اسی نسبت سے زیادہ کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں، اور بہت دُور چل کر یہ بالکل آدھ موئی سی رہ جاتی ہیں،

یہاں تک ٹرانسمیٹر کا ذکر تھا، اب رسیور کی کہانی سنئے،

جب ریڈیو کی لہریں رسیونگ ایریل یعنی تانبے کے اس ذرا سے تار سے جو ہوا میں ادھر لٹکا ہوتا ہے ٹکراتی ہیں تو یہ انھیں جذب کر لیتا ہے، اگر اس تار کا ٹکڑا بہت چھوٹا ہو یا ٹرانسمیٹر کے بہت دور ہونے کی وجہ سے لہریں کمزور ہوں تو آواز بہت ہی کمزور رہے گی، اس کو ایمپلی فائر کی مدد سے جو سیٹ لگا ہوا ہوتا ہے تیز کیا جا سکتا ہے، ہاں تو جب کرنٹ رسیور تک پہنچتا ہے تو پھر ایک اور عمل شروع ہوتا ہے، وہ اونچی فری کوئنسی کا کرنٹ جو ریڈیو کرنٹ کو اپنی پیٹھ پر سوار کرا کر لاتا ہے باہر رک جاتا ہے، اور صرف وہی کرنٹ رسیور میں داخل ہوتا ہے جو اسٹوڈیو سے چلا تھا، اس کرنٹ کو سیٹ میں لگے ہوئے ایمپلی فائر کی مدد سے مناسب حد تک تیز کیا جا سکتا ہے، جو پھر لاؤڈ اسپیکر کی مدد سے خارج ہوتا ہے، اسی طرح رسیور سے جو آواز نکلتی ہے وہ بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسی اسٹوڈیو میں تھی، اور سننے والا ریڈیو اسٹیشن سے ہزاروں میل دُور اپنے گھر میں بیٹھا ہوا بالکل اسی طرح پروگرام سُن لیتا ہے جیسے خود اسٹوڈیو میں بیٹھا ہوا ہو،

یہاں تک پہنچ کر غالباً آپ کو اچانک طور پر خیال آگیا ہوگا کہ آخر پھر بات کیا ہے کہ روز اتنے بہت سے اسٹیشن ایک ساتھ چلتے رہتے ہیں، اور ہر اسٹیشن کا پروگرام اپنا خاص ہوتا ہے، لیکن پھر بھی سب کے سب ایک دفعہ ہی سیٹ پر نہیں سُنائی دیتے، اس کی دو وجہ ہیں، اول یہ کہ ہر اسٹیشن کی ویولینگتھ بین الاقوامی قانون کے ذریعہ مقرر کی جاتی ہے، اس لئے ادل بدل نہیں ہوتا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر سیٹ میں ایک خاص آلہ لگایا جاتا ہے جو ایک خاص مقدار کی لہروں کو سیٹ میں داخل ہونے دیتا ہے، مثلاً اگر ریڈیو کی سوئی کو بارہ میگا سائیکل ۲۵ میٹر پر لگا دیا جائے تو رسیور میں صرف ۲۵ میٹر ہی کی لہریں داخل ہو سکتی ہیں، اور دوسری ساری لہریں بیکار ہو جاتی ہیں، اس طرح ہم اپنے گھر بیٹھے جس اسٹیشن کا پروگرام چاہیں سُن سکتے ہیں،

(دہلی سے براڈکاسٹ) نومبر ۱۹۴۳ء

Marfat.com

بار سوم سوال از ماہرینِ سائنس :-

مکرر تحقیق کے وقت ماہرین سائنس کے سامنے وہ تحقیق اور جواب نہ رکھے گئے تھے جن میں اختلاف و اشتباہ کی وجہ سے تحقیق مکرر کی نوبت آئی، اس لئے تیسری مرتبہ یہ تمام جوابات اور تحقیقات سابقہ نقل کر کے ان کے پاس بھیجی گئی، اور سابقہ تحقیقات میں جن الفاظ سے متکلم کی آواز میں کسی قسم کی تبدیلی کا اشتباہ پایا جاتا تھا، اُن پر سرخ نشان لگا کر خصوصیت سے ان پر توجہ کر کے جواب دینے کے لئے عرض کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسوال[۱] بعض مسائل شرعیہ کی تحقیق کے لئے یہ معلوم کرنا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ جو آواز دور تک پہنچتی ہے یہ بعینہ بولنے والے کی آواز ہوتی ہے، یا اس کا عکس و شبیہ ہوتی ہے، جیسے آواز بازگشت میں ہوتا ہے، یا جیسے گراموفون کی آواز ہے، سوال کا منشا یہ ہے کہ آواز جو ہوا میں پیدا شدہ لہروں یا تموج کا نام ہے لاؤڈ اسپیکر کسی منزل میں ان کو بدل کر اُن کے مشابہ نئی لہریں پیدا کر دیتا ہے، یا انہیں لہروں میں کوئی جدید برقی قوت پیدا کر دیتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ لہریں منتشر ہونے سے پہلے دور تک پہنچ جاتی ہیں، براہ کرم اس مسئلہ میں اپنی تحقیق سے استفادہ کا موقع دیا جائے۔

(۲) اس مسئلہ کی تحقیق پہلے بھی ماہرین سائنس جدید سے کی گئی تھی ان کے جوابات میں کچھ اختلاف اور اشتباہ رہا، اس لئے وہ تحریریں بھی جناب کے ملاحظہ کے لئے منسلک ہیں، ان میں سے نمبر [illegible] اس مسئلہ میں صریح ہیں کہ بذریعہ لاؤڈ اسپیکر جو آواز دور تک سنائی دیتی ہے وہ بعینہ متکلم کی آواز ہے اصل آواز میں کوئی تبدیلی نہیں، تبدیلی صرف آواز کے مادہ اور مرکب میں ہوئی [illegible] آواز کی [illegible] اب وہ ہوا برقی [illegible] میں منتقل ہو گئی، غرض بذریعہ آلہ سنائی دینے والی آواز اصل آواز [illegible] بعینہ متکلم کی آواز ہے،

اور نمبر ۳ اس کے بالکل خلاف یہ رائے لکھتا ہے کہ وہ اصل آواز کا عکس [illegible]

اور نمبر ۴ اس مسئلہ میں تردد کا اظہار کرتا ہے،

اور نمبر ۵ اور نمبر ۶ کی تفصیلات میں کئی جگہ تبدیلی کا ذکر ہے [illegible] میں تبدیلی ہو کر اس کے مشابہ دوسری آواز سنائی دیتی ہے [illegible] ذکر ہے اس سے آواز کے مرکب یعنی ہوا میں تبدیلی [illegible]

جناب سے استدعا ہے کہ [illegible] وہ مقامات جن پر سرخ نشان کر دیا گیا ہے [illegible]

[illegible]

Marfat.com

آراء میں سے صحیح کیا ہے، اور ۵ و ۶ میں جن تبدیلیوں کا ذکر ہے اس سے کس قسم کی تبدیلی مراد ہے، اصل آواز کی تبدیلی یا محض اس کے مرکب اور مادہ میں تبدیلی؟ جزاکم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔ والسلام

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ ممبر مجلس تعلیمات اسلامیہ دستوریہ پاکستان

جواب از سول ایویلیشن ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مندرجہ ذیل سطور سپرد قلم ہیں:۔

۱ و ۲ رائیں درست ہیں،

۲ جب تحریر میں لائی گئی تھی تو بقول برج نندل صاحب اس مسئلہ کے متعلق پوری تفصیلات معلوم نہیں تھیں، اس لئے ان کی رائے فیصلہ کن نہیں سمجھی جاسکتی،

۳ درست نہیں،

۴ کا اطلاق زیر بحث مسئلہ پر نہیں ہوتا، کیوں کہ صرف میکروفون، ایمپلیفائر اور لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے ریڈیائی لہریں وجود میں نہیں آتیں، اور اس لئے چھوٹی فری کوئنسی والی لہروں کے بڑی فری کوئنسی والی لہر پر سوار ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پہنچنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا،

۵ میں جس تبدیلی کا ذکر ہے اس سے کسی دوسری مشابہ آواز کا وجود میں آنا مقصود نہیں بلکہ آواز کی لہروں کا برقی لہروں میں اور پھر برقی رو کا آواز کی لہروں میں تبدیل ہونا مراد ہے، جس سے آواز کی اصلیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا،

موجودہ سائنس کے مطابق لاؤڈ اسپیکر سے نکلنے والی آواز بالکل وہی آواز ہے جو میکروفون سے ہوئی ہے ایمپلیفائر میں طاقت حاصل کرنے کے بعد لاؤڈ اسپیکر تک پہنچتی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اب یہ پہلے کی نسبت کہیں زیادہ طاقت ور ہوتی ہے، اور بہت دور تک سنائی دیتی ہے،

والسلام

محمد الطاف علی

ایم، ایس، سی۔ ایم، ایس، سی، ای (امریکہ)

سینیر کمیونیکیشن آفیسر سول ایویلیشن

ڈیپارٹمنٹ، گورنمنٹ آف پاکستان

ضمیمۂ ثانیہ

مکاتیب اکابر علماء عصر

(۱)

مکتوب حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

برادر مکرم جناب مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم،

بعد سلام مسنون آنکہ رسالہ المفتی محرم ۵۷ھ میں سے آلہ مکبر الصوت والا مضمون میں نے پڑھا، ماشاء اللہ بہت محنت اور سلیقہ سے لکھا گیا ہے، مگر بعض اجزاء پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

(۱) بیشک دین یا عبادت میں تعمق یا غلو ممنوع ہے (یا) فان اللہ لا یمل حتی تملوا ونحو ذلک من الاعراض عن السنۃ او تقاللہا وغیرہما،

یہی وجہ ہے کہ کبار علماء خصوصاً ان حضرات کے احوال میں جو عرفاً مشائخ صوفیہ سے ملقب ہیں کثرت کے اکثار عبادات کے بے شمار نظائر پائی جاتی ہیں جنکو یقیناً مذموم قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ وہ حضرات ان مضار سے مامون تھے، اور ان کا منشاء صحیح تھا،

(۲) طہارت نجاست کے باب میں محض شبہات واوہام یا احتمالات پر بنا کرنا یا زیادہ خوض اور تکلف سے کام لینا بے شک ناپسندیدہ ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ محرمات دو قسم کے ہوتے ہیں محرم لعینہ اور محرم لکسبہ، اول میں اسی طرح کا تعمق یا غلو دشوار ہے، اور ثانی میں شبہات اور احتمالات سے بچنا احتیاط و تقویٰ ہے کما نبہ علیہ الحافظ ابن تیمیہ فی فتاواہ، صحیح بخاری کی حدیث ہو الحلال بین والحرام بین وبینہما مشتبہات الی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن رعی حول الحمی یوشک ان یواقعہ، ورنہ جو ذخائر تقویٰ ائمہ اور مشائخ کبار سے منقول ہیں بے معنی توہمات قرار پائیں گے، یہ چیز کتاب سنت اور مسائل فقہیہ کے تتبع سے صاف ظاہر ہے

Marfat.com

کہ نجاست وطہارت کے باب میں شریعت مطہرہ جو توسع اور اغماض روا رکھتی ہے اس کا ربوا وغیرہ کے مسائل میں اصلا مساغ نہیں، بہرحال اس مقدمہ میں کچھ قیود واحترازات کی ضرورت ہے،

(۳) جب احادیث وفقہیات کی بنا پر یہ تسلیم کیا گیا کہ اذان، خطبہ، قرارت وغیرہ میں استماع مخاطبین و مقتدمین کی بنا پر رفع صوت مطلوب ہے، اور شریعت نے ایک حد تک اس کا اہتمام کیا ہے تو رفع صوت یا یوں کہئے کہ ابلاغ صوت کی کسی جدید صورت کو جو فی حد ذاتہ مباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحسن تسلیم کرلی گئی اباحت وجواز کی حد سے نکالنا کس اصول پر مبنی ہوگا، آخر کسی امر کے متعلق شریعت کے امر کی تحدید محض اس اصول پر تو نہیں کی جاسکتی کہ یہ چیز اس وقت موجود نہ تھی، جیسا کہ آپ خود تسلیم کر رہے ہیں، اذان جوق کو بدعت حسنہ کہہ کر فقہاء نے قبول کرلیا، جو آج تک رائج ہے، اور فی الحقیقت یہ بنوامیہ کی بدعت نہیں، جیسا کہ شامی نے نقل کیا ہے، بلکہ فاروق اعظمؓ نے جو آخری خطبہ جمعہ کا دیا ہے اس کے متعلق صحیح میں فلما قعد علی المنبر و سکت المؤذنون کے الفاظ موجود ہیں جسکو دیکھ کر شیخ ابوالحسن سندھی نے اس مسئلہ پر تنبیہ کی ہے کہ فی العدۃ عن ابن القاسم عن مالك اذا جلس الامام علی المنبر واخذ المؤذنون فی الاذان حرم البیع فذکر المؤذنون بلفظ الجماعة ویشهد لهذا حدیث الزهری عن ثعلبه بن ابی مالك القرظی انهم کانوا فی زمن عمر بن الخطاب یصلون الجمعة حتی یخرج عمر وجلس علی المنبر واذن المؤذنون الحدیث وهکذا حکاه عن ابی حنیفة واصحابه (عمدہ، ص ۲۱۱، ج ۶)

تکبیر کی تبلیغ کے لئے مرض الموت کے قصہ میں صدیق اکبرؓ کا واقعہ موجود ہے، بیشک خیال ہو سکتا ہے کہ پھر خطبہ اور قرارت صلوۃ میں یہ تبلیغ کا عمل کیوں نہ کیا گیا، مگر ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہاں ایسا عمل اختیار کرنے سے دوسرے اہم مقاصد ومصالح فوت ہوتے ہیں، مثلاً اگر کئی شخص علی جہ الاجتماع خطبہ یا قرآن پڑھیں تو استماع وانصات للامام فوت ہوجاتا ہے، اور منازعت اور تصادم اصوات کا ایسا منظر سامنے آتا ہے جو صلوۃ وخطبہ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا، اور علی وجہ التعاقب یہ تو ایک ایک قراۃ کی کئی کئی قراتیں یا ایک خطبہ کے کئی کئی خطبے ہو کر تخفیف علی المصلین اور قصر خطبہ کی غرض نظر انداز ہوجاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی معمولی چیز نہیں، من ام منکم فلیخفف اوران منکم منفرین، افتان انت یا معاذ، کے ساتھ جس فرط غضب کا اظہار ایسے مواقع میں ہوا ہے وہ کسی اہل علم پر مخفی نہیں، آلہ مکبر الصوت میں ان مفاسد کا کوئی احتمال نہیں، بلکہ ابلاغ صوت کا مقصد بہت پرسکون طریقہ سے حاصل ہوجاتا ہے، جیسا کہ مجالس وعظ وغیرہ میں عموماً تجربہ ہو رہا ہے، رہی یہ چیز کہ بظاہر ایک لعب کی سی صورت ہوجاتی ہے، یہ فی الحقیقت اس پر مبنی ہے کہ ہر نئی چیز ابتداء میں توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، اب یہ چیز رفتہ رفتہ عام ہوتی جارہی ہے، عام ہونے کے بعد کسیکو التفات بھی نہ رہے گا کہ یہ آواز ہم آلہ سے سن رہے ہیں،

(۴) یہ تحقیق کہ آلہ سے جو صوت مسموع ہو رہی ہے، وہ عین صوت قاری ہے یا اس کی نقل اور نقش ثانی ہے اس کا کوئی فیصلہ ہنوز نہ ہو سکا، اس لئے اجتناب کو احوط تو کہہ سکتے ہیں ناجائز نہیں کہہ سکتے اور احوط کہنا بھی اس جزئیہ کی بنا پر کہ اقتداء بمن لم یدخل فی الصلوۃ لازم آتی ہے، مگر مجھے اس مسئلہ میں

Marfat.com

بھی شفا نہیں ، مبلغ کی آواز سے امام کے انتقالات پر استدلال کرکے انتقال کرنا ، حقیقتاً مبلغ کی اقتدار شرعی نہیں ، بعض اعتبار سے توسعاً اقتدار کا اطلاق ہوتا ہے ، محض اتنی بات سے اس پر استدلال کرنا کہ مکبر کی نماز کا وجود و عدم عامہ مقتدیین کی نماز کے فساد و صحت پر اثر انداز ہے ، میری سمجھ میں نہیں آتا ، یہ غرض نہیں کہ جزئیہ فقہ میں موجود نہیں ، بلاشبہ موجود ہے ، مگر میں اپنے عدم فہم کا اظہار کر رہا ہوں ، اس کا ذکر استطراداً کردیا ہے ، مقصود یہ نہیں کہ اپنے عدم فہم کو حجت قرار دوں ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ ، میں کیا اور میرا فہم کیا بس مقصود اتنا ہی کہ مکبر الصوت کے حکم میں شرح صدر نہیں ، اور اباحت مرجوحہ کی طرف قلب کا میلان ہے ، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ،

اس وقت ایک قول شیخ ابوبکر بن فورک کا یاد آگیا "کل موضع تری فیہ اجتہاداً ولیس علیہ نور فانہ بدعۃ خفیۃ" بے شک یہاں بھی نور تو محسوس نہیں ہوتا ، لیکن یہ اہل وجدان صحیح کا اور نور بصیرت رکھنے والوں کا حق ہو کہ نور کے وجود و عدم کا فیصلہ کریں ، ما وشما کا منصب نہیں ، آپ نے اصرار کیا تھا اس لئے یہ چند سطور لکھی گئیں ،

شبیر احمد عثمانی ، از ڈابھیل ، ۲۷ صفر ۵۸ھ

(۲)

مکتوب بقیۃ السلف حضرۃ العلامہ شیخ محمد زاہد کوثری مصری

استفتاء از احقر محمد شفیع ،

ما قولکم رحمکم اللہ فی الآلۃ الجدیدۃ مکبر الصوت لاؤڈ اسپیکر ، ھل یجوز استعمالہ فی خطبۃ الجمعۃ والصلوات لاستماع القراءۃ والتکبیرات الانتقالیۃ وھل یسوغ للمقتدی اتباع صوتہ فی الانتقالات ،

وانما نشأ السوال لوجوہ ،

(۱) قد اختلفت اقوال المتنورین الماہرین بامثال ھذہ الآلات فی ھذا الصوت الذی یصل الی البعید ھل ھو عین صوت الامام ام عکسہ وشیئ اخر مثل الصدی وعلی الثانی یفوت من

اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے ، آلہ جدیدہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں خطبہ جمعہ اور نمازوں میں قراءت اور تکبیرات انتقالیہ سننے کے لئے ، کیا اس کا استعمال جائز ہے اور کیا مقتدی اس کی آواز کی اتباع کرتے ہوئے انتقالات کر سکتا ہے ؟

یہ سوال متعدد وجوہ سے پیدا ہوا ہے ۔

(۱) اس قسم کے جدید آلات کے ماہرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آلہ مکبر الصوت کے ذریعہ جو آواز دور تک پہنچتی ہے وہ بعینہ امام کی آواز ہو یا اس کا عکس ہو ، اور آواز بازگشت کی طرح کوئی دوسری چیز ہے ، دوسری صورت میں تبلیغ کے شرائط میں سے یہ شرط

Marfat.com

من شرائط التبليغ كون المبلّغ مصلّياً مقتديا بالامام فكان كمن يبلغ تكبيرات الامام وهو خارج الصلوة وفي مثله حكم الفقهاء بفساد الصلوة كما هو ظاهر المتون والفتاوى في التلقن من الخارج صرح به في العناية وفتح القدير،

٢- الصوت الواصل الى البعيد باعانة هذه الآلة صوت الآلة ام غيره من التدقيقات الرياضية والفلسفيات التي لا يكاد يعرفه الا المهرة في هذا الفن فهل على مثله يدار الاحكام الشرعية بعد تسليم الغيرية في الصوتين في اصل الحقيقة ام يهدر هذا الفرق الدقيق كما هو مبنى عامة الاحكام الشرعية في امثال هذه الامور من سمت القبلة ورؤية الهلال وغيره حيث لم يلتفتوا الى قول المنجمين اصحاب الاصطرلاب في تخريج هذه الاشياء بل حكم جمهور الفقهاء على ما هو ظاهر يعرفه كل احد من غير تجشم الآلات ومن غير نظر الى التدقيقات الرياضية عملا بقوله عليه الصلوة والسلام نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب انما الشهر هكذا هكذا وقوله صلى الله عليه وسلم صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته،

٣- وبعد تسليم الغيرية و تسليم ان يكون مدار الحكم على هذا التدقيق الرياضي هل يفترق حكم

فوت ہو جاتی ہے، کہ مبلغ ایسا شخص ہونا چاہیئے جو امام کی اقتدا میں نماز پڑھ رہا ہو، اس صورت میں مکبر الصوت کی مثال اس شخص جیسی ہوگی جو خارج صلوۃ رہ کر امام کی تکبیرات مقتدیوں تک پہنچا رہا ہو، اور اس قسم کی صورت میں فقہاء فساد صلوۃ کا حکم فرماتے ہیں، جیسا کہ متون اور فتاویٰ سے ظاہر ہے، عنایہ اور فتح القدیر میں تصریح ہے،

۲- مکبر الصوت کے ذریعہ جو آواز دور تک پہنچ رہی ہے وہ بعینہ امام کی آواز ہے یا نہیں، یہ فلسفہ کی ان تدقیقات میں سے ہے جو تقریباً ماہرین فن ہی جان سکتے ہیں، لہٰذا امام اور مکبر الصوت کی آواز میں غیریت تسلیم کر لینے کے بعد کیا اس جیسی چیز کو احکام شرعیہ کا مدار قرار دیا جا سکتا ہے، یا اس باریک فرق کو نظر انداز کر دیا جائے گا، جیسا کہ اس قسم کے مسائل میں عام طور سے احکام شرعیہ کا مبنی ہے، جیسے سمت قبلہ، اور رویت ہلال وغیرہ کو جمہور فقہانے ان اشیاء کی تخریج میں منجمین اور اصحاب اصطرلاب کے اقوال کی طرف التفات کرنے کے بجائے ظاہر کے موافق حکم فرمایا ہے کہ آلات کے تتبع اور ریاضی جزرسی کی طرف التفات کئے بغیر ہر شخص اُسے پہچان لے، فقہاء نے اس سلسلہ میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے اس قول پر عمل فرمایا ہے کہ "ہم ناخواندہ امت ہیں نہ ہم لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں الخ" اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو"

۳- اگر غیریت کو تسلیم کر لیا جائے اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ ان ریاضی موشگافی پر حکم کا مدار ہوگا تو کیا ایسے مکلف شخص کے حکم میں جو خارج صلوۃ رہ کر امام

Marfat.com

رجل مكلف يبلغ التكبيرات وهو خارج من الصلوة لم يقتد بالامام وحكم هذه الآلة، فان عدم دخول الانسان المكلف فى الصلوة من عدم الملكة وعدم دخول هذه الآلة عدم بسيط فهل يفترقان فى الحكم فان الفعل ينسب الى الواسطة اذا كان مكلفا مميزا واما اذا كان واسطة الفعل شيئاً غير ذى شعور فلا ينسب الفعل الى الواسطة بل الى اصل المحرك كما يرى فيمن قتل رجلا بسيف اورمح اوبندق فان القاتل لا يعد الا الانسان المحرك لهذه الوسائط فلا يعد المبلغ الا الامام فى مسئلتنا،

۴ - وربما يختلج فى الصدور ان استعمال هذه الآلة فى الصلوة لاستماع القراءة والتكبيرات من الغلو فى العبادة الذى لم يكلف الله تعالى به عباده رفقا بهم عن تجشم هذه التكلفات التى لا تكاد تحصل فى عامة البلاد والقرى فهل هذا من الغلو المذموم ام من بذل الجهد المستطاع فى المطلوبات الشرعية،

۵ - وقد يظن ان استعمال امثال هذه الآلات فى العبادات يضاهى بالتلهى والتلعب فهل هذا الظن فى محله،

۶ - ومن قائل يقول ان استعماله يخالف قوله تعالى لا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا، فهل له وجه، والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء وآله وصحبه،

العبد الضعيف محمد شفيع الديوبندى ۲۳ ذى الحجة [illegible]

کی اقتدا نہ کرتے ہوتے امام کی تکبیرات پہنچا رہا ہو، اور اس آلہ کے حکم میں فرق ہوگا، اس لئے کہ مکلف انسان کا نماز میں داخل ہونا تو عدم ملکہ کی وجہ سے ہے، اور اس آلہ کا عدم دخول عدم بسیط ہے، تو کیا ان دونوں کے حکم میں کوئی تفریق ہوگی جب کہ فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ واسطہ فعل اگر کوئی ذی شعور مکلف انسان ہوتا ہے تو فعل اس واسطہ کی طرف منسوب ہوتا ہے، اور اگر واسطہ فعل کوئی غیر ذی شعور چیز ہو تو فعل واسطہ کی طرف منسوب نہیں ہوتا، بلکہ اصل محرک کی طرف منسوب ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص تلوار، نیزے، یا بندوق سے کسی شخص کو قتل کردے تو ان وسائط کے اصل محرک ہی کو قاتل کہا جائے گا، لہٰذا مسئلہ زیر بحث میں مبلغ دراصل امام ہی ہوگا،

۴ - بسا اوقات دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ قرأت اور تکبیرات سننے کے لئے نماز میں اس کا استعمال غلو فی العبادات ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بنظر سہولت اس کا مکلف نہیں فرمایا، کہ انہیں اس قسم کے تکلفات کی زحمت نہ ہو جو عام طور سے ہر شہر اور ہر قصبہ میں میسر نہیں آسکتے، کیا اسے غلو مذموم کہیں گے یا ان چیزوں میں جو شرعاً مطلوب ہیں حسب استطاعت کوشش کرنا کہا جائے گا،

۵ - کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ اس قسم کے آلات کا نماز میں استعمال کرنا لہو ولعب کی سی کیفیت پیدا کردیتا ہے، کیا یہ گمان برمحل ہے؟

۶ - بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف ہے کہ نہ اپنی نماز زیادہ زور سے پڑھو اور نہ زیادہ آہستہ، درمیانی راستہ اختیار کرو، کیا یہ فرمان خداوندی ان کی دلیل بن سکتا ہے؟ واللہ اعلم

[illegible]

الجواب

من العلامة الشیخ محمد زاهد الکوثری المصری رحمۃ اللہ علیہ[1]

واما الاستفتاء فانت بن بجدة الفتوٰی وقد طالت ممارستکم حتی اصبحت فقیہ النفس بالمعنی الصحیح وملاحظاتکم المرقعۃ فی غایۃ الوجاهۃ فمھما کان رفع النداء وقد اوۃ الصوت مطلوبین فی الآثار فالمکبر یحقق کمال رفع الصوت المحقق للتبلیغ الکامل فلا یبقی ھناك محظور فی استعمال المکبر کما ھو نتیجۃ ملاحظاتك التمهیدیۃ فالاعتراف بالنتیجۃ بعد تسلیم المقدمتین الصغریٰ والکبریٰ ضروری الا انی لا اتقدم بتوقیع فتوی واری ان یکون ھذا اجتراءً ازاء براعتکم الفقهیۃ فادعوا اللہ عزوجل ان یوفقنی وایاکم لما فیہ رضاہ ویطول بقائکم فی خیر وعافیۃ

محمد زاهد الکوثری بشارع العباسیۃ بالقاهرۃ ، محرم الحرام سنہ ۱۳۶۹ھ

رقم ۱۰۴

(خط کے تمہیدی مضمون کے بعد تحریر فرمایا ہے) لیکن آلہ مکبر الصوت کے استعمال کے متعلق استفتاء تو آپ خود فتویٰ کے ماہر اور محقق ہیں، آپ کا تجربہ اس میں طویل ہے، یہاں تک کہ آپ صحیح معنی میں فقیہ النفس ہیں، آپ کی تحریرات ایک خاص شان رکھتی ہیں، پھر جب کہ آواز کا بلند کرنا اور دور تک پہنچانا از روئے روایات مطلوب ہے تو آلہ مکبر الصوت اس مطلوب کو حاصل کر دیتا ہے اس لئے یہاں کوئی مانع شرعی مکبر الصوت کے استعمال میں نہیں ہے، جیسا کہ آپ کی تمہیدی عبارات کا نتیجہ بھی یہی ہے، کیوں کہ قیاس کے دو مقدمے صغریٰ اور کبریٰ تسلیم کر لینے کے بعد نتیجہ کا اعتراف کرنا ایک بدیہی امر ہے، مگر میں فتویٰ لکھنے کی ہمت نہیں کرتا، کیوں کہ آپ کی مہارت کے مقابلہ میں ایک جرأت ہوگی، میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ مجھے اور آپ کو ان کاموں کی توفیق دے جو اس کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور آپ کی حیات کو خیر و عافیت کے ساتھ دراز فرمائے،

محمد زاہد الکوثری، شارع عباسیہ قاہرہ

نمبر تحریر ۱۰۴ ، محرم الحرام ۱۳۶۹ھ

---

[1] علامہ موصوف اس قرن کے مسلّم و معروف مشائخ میں سے ایک متبحر عالم تھے، آپ کی تصانیف آپ کے تبحر علمی اور رزانت علمی پر شاہد ہیں، آپ مصر کے حنفی المذہب متبع سنت بزرگ تھے۔ افسوس ہے کہ اس تحریر کے کچھ عرصہ بعد یہ یادگار سلف بھی دنیا سے رخصت ہوئی، غفر اللہ لہ و نور ضریحہ و انا للہ و انا الیہ راجعون ۱۲ محمد شفیع

تمت

یہ کتاب اور ہر قسم کی مذہبی کتابیں ملنے کا پتہ دار الاشاعت مولوی مسافرخانہ بندر روڈ کراچی ۲
مشہور لیتھو آفسٹ پریس کراچی

ریڈیو پر تلاوت قرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد آج کل جبکہ ریڈیو کا رواج عام ہوا، اور فنِ تجارت کے ماہرین نے اس میں ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگوں کی دلچسپی کا کچھ نہ کچھ سامان رکھ دیا، دیندار مسلمانوں کی ترغیب کیلئے اس میں تلاوتِ قرآن کا سلسلہ رکھا اس وقت قدرتی طور پر چند فقہی سوال پیدا ہو گئے (۱) ریڈیو پر تلاوتِ قرآن جائز ہے یا نہیں (۲) اس کا سننا کیسا ہے (۳) اس میں اگر کوئی قاری آیت سجدہ پڑھے تو بذریعہ ریڈیو سننے والوں پر سجدۂ تلاوت لازم ہے یا نہیں (۴) جس جگہ ریڈیو میں قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہو اس جگہ وہی آداب ضروری ہیں جو بالمواجہہ قاری کے پڑھنے کے وقت لازم ہیں یا نہیں

ان سوالات کے جوابات علی الترتیب لکھے جاتے ہیں :-

اول (ریڈیو پر تلاوت کرنے کا حکم) ریڈیو پر تلاوت اگر اجرت لیکر کیجائے جیسا کہ عموماً معمول مروج ہے تو یہ بالکل ناجائز ہے کما فی ردالمحتار من الاجارۃ، البتہ اگر محض تلاوت نہ ہو بلکہ آیات کی تلاوت کر کے انکی صحیح تفسیر بھی کسی معتبر اور مستند تفسیر کو دیکھ کر بیان کر دیجاوے تو جائز ہے،

لیکن ریڈیو کی موجودہ حالت میں یہ بھی کراہت سے خالی نہیں، کیونکہ آج کل اسلامی ممالک میں بھی کوئی ریڈیو ایسا نظر نہیں آتا جس کے پروگراموں میں نغمہ عورتوں کے گانے بجانے وغیرہ خلاف شرع چیزوں کا نہ ہو، جس کی وجہ سے ریڈیو اسٹیشن ہر وقت ایک مجلس لہو وطرب بنا رہتا ہے ایسی مجلس لہو میں قرآن شریف کا پڑھنا ایک گونہ بے ادبی ہے اسی لئے حضرات فقہاء نے اس کو مکروہ لکھا ہے ہاں اگر کسی ریڈیو اسٹیشن میں اس کا اہتمام کیا جائے کہ تلاوتِ قرآن سے آگے پیچھے کوئی خلاف شرع گانا بجانا وغیرہ نہ ہو تو اس میں تلاوتِ قرآن بلا معاوضہ جائز ہوگی معاوضہ لینا ناجائز اور تفسیر قرآن بعوض معاوضہ بھی متاخرین کے فتوی پر جائز ہوگی،

عالمگیری کتاب الکراہیت میں ہے۔ ومن حرمۃ القرآن ان لا یقرأ فی الاسواق وفی مواضع اللغو کذا فی القنیۃ ولو قرأ معانی الدنیا فی المجالس یکرہ وان قرأ لوجہ اللہ لا یکرہ (وقبل قبل ذلک) وقد یاثم بہ لای بالذکر والتلاوۃ) اذا فعلہ فی مجلس الفسق وھو یعلم لما فیہ من الاستہزاء والمخالفۃ لموجب الشرع (مصری صفحہ ۳۲۰ وصفحہ ۳۲۹ جلد ۵)

اور علامہ شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ التبیان فی آداب حملۃ القرآن میں فرمایا ہے:

ومما یعتنی بہ ویتاکد الامر بہ احترام القرآن من امور قد یتساھل فیہ بعض القارئین الغافلین

Marfat.com

المجتمعین فمن ذلک اجتناب الضحک والغفظ والحدیث فی خلال القراءۃ الا کلاما یضطر الیہ (الیٰ قولہ) ومن ذلک العبث بالید او غیرھا ومن ذلک النظر الی مایلھی ویبدد الذھن انتھی ملخصاً۔

خلاصۂ حکم یہ ہے کہ ریڈیو پر قرآن مجید فی نفسہ تو ناجائز نہیں لیکن اجرت لیکر پڑھنا اور ریڈیو اسٹیشن کا محل لغو وفسق ہونا وغیرہ جو موجودہ حالات میں ریڈیو کے لوازم میں سے ہوگیا ہے ان کے ہوتے ہوئے تلاوت قرآن ریڈیو پر ناجائز ہے۔ اور اگر کوئی شخص بلا اجرت کے محض لوجہ اللہ سنائے یا تلاوت کی ساتھ تفسیر کو بھی شامل کرے تو گو حرام و ناجائز نہ رہے گا لیکن محل لغو میں پڑھنے کی وجہ سے کراہت سے پھر بھی خالی نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

سوال دوم (ریڈیو پر قرآن سننا) ریڈیو میں تلاوت قرآن کے سننے کا حکم بھی پڑھنے کے تابع ہے جب پڑھنا ناجائز ہو تو سننا بھی ناجائز ہے اور پڑھنا مکروہ ہو تو سننا بھی مکروہ ہے۔ الغرض اس کا سننا بھی کراہت سے خالی نہیں۔

سوال سوم (ریڈیو پر آیت سجدہ پڑھنے کا حکم) اس امر کا فیصلہ اس تحقیق پر موقوف ہے کہ ریڈیو کے ذریعہ جو آواز دور تک پہنچتی ہے یہ خود قاری کی آواز ہے یا اس آلہ کی آواز پہلی صورت میں سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔ دوسری صورت میں واجب نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں یہ آواز کسی مکلف انسان کی نہ ہوئی بلکہ صدی (آواز بازگشت) کی طرح ہوگئی اور صدی کے متعلق درمختار شامی وغیرہ میں تصریح موجود ہے کہ بازگشت کے ذریعہ اگر آیت سجدہ سنی جاوے تو سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ ۲

تحقیق علماء سائنس کی اس بارہ میں مختلف ہے بہت سے لوگوں کا خیال یہ ہے کہ آواز خود متکلم کی نہیں ہوتی بلکہ اس کا عکس ہوتا ہے اور زیادہ تر ماہرین سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ بعینہ متکلم کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اس لئے سجدہ تلاوت میں احتیاط یہ ہے کہ ادا کر لیا جاوے۔

سوال چہارم (ریڈیو پر تلاوت قرآن سننے والوں کے لئے آداب) جس وقت جس جگہ ریڈیو پر تلاوت قرآن سنائی جارہی ہو تو جس مجلس میں ریڈیو رکھا ہے اس میں بھی وہی آداب ضروری ہیں جو بالمواجہہ تلاوت کے وقت لازم ہیں۔ یعنی خاموش ہوکر سننا۔ فضول بات چیت اور لہو ولعب سے احتراز کرنا وغیرہ۔ کیونکہ اگر ان آداب کی رعایت نہ کی تو ریڈیو کی تلاوت سننے کی کراہت کے علاوہ اس بے ادبی کا گناہ بھی ہوگا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر محمد شفیع عفا اللہ عنہ
خادم دار الافتاء دار العلوم دیوبند شوال سنہ

بعض علمائے مصر کی رائے

ریڈیو پر تلاوت کے متعلق

علامہ سید محمد کمال الدین ادہمی مصری کا رسالہ تحبیب المسلمین بکلام رب العالمین نظر سے گذرا۔ جس میں اس مسئلہ کے بعض پہلوؤں پر بحث اور علامہ موصوف کی ایک عربی نظم نظر پڑی مناسب معلوم ہوا کہ اُس کو بھی اُردو ترجمہ کر کے اس کی ساتھ شامل کر دیا جاوے۔ وھو ھذا

ریڈیو پر قرأت قرآن از علامہ ادہمی مصری

علامہ استاذ شیخ عبدالمجید آفندی سلیم مفتی مصر نے ریڈیو پر قرارت قرآن کو اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا کہ آداب قرارت اور آداب استماع (یعنی سکوت وانصات) کی پوری رعایت ہو نیز یہ قرارت و استماع بھی کسی محل ممتہن (لہو ولعب کی جگہ) میں نہ ہو۔ شیخ کمال الدین ادہمی مصری اسکو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ لیکن ان شرائط پر ریڈیو رکھنے والے کیلئے آسان نہیں۔ کیونکہ ریڈیو عموماً قہوہ خانوں میخانوں اور لہو ولعب اور [illegible] کے مقامات کلب وغیرہ میں رکھے جاتے ہیں۔ اور ان میں ریڈیو رکھنے والوں کی غرض ریڈیو سے استماع قرآن [illegible] عموماً راگ باجہ اور لہو ولعب اور ہنسی دل لگی کی چیزیں سننے کیلئے انکو رکھا جاتا ہے۔ قراۃ قرآن اسمیں [illegible] بالعرض ہے۔ اسلئے ریڈیو پر تلاوتِ قرآن ادب کے خلاف ہے کیونکہ وہ عموماً انہیں مواضع میں پڑھا اور سنا جاتا ہے [illegible] اور ایسے لوگ شاذ و نادر اور بہت ہی کم ہیں جو آداب استماع قرآن کی رعایت کرتے ہوں۔ [illegible] حضرت مفتی مصر کا [illegible] واقع کہ ہوا۔ اور نہ آپ کے مطابق عادۃً عمل ہو سکتا ہے۔ [illegible] جبکہ ہم اس زمانہ کی [illegible] اعتزالی مساجد [illegible] کے مقامات میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک قاری تلاوت کر رہا ہے حاضرین میں کوئی منبار دیکھ رہا ہے کوئی [illegible] کر رہا ہے کوئی تسبیح پڑھتا ہے کوئی باہم بات چیت میں لگا ہوا ہے۔ تو ان کلبوں اور بازاروں [illegible] در تجارت کے مقامات میں بیٹھنے والوں سے کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ تلاوت قرآن کو توجہ سے سنیں [illegible] پر قرآن سننے والا سخت گناہگار ہوتا ہے۔ خصوصاً اگر پڑھنے والی عورت ہو جیسا کہ مصر میں واقع ہے تو اور [illegible] گناہ ہے کہ عورت کی آواز بھی بہت سے فقہا کے نزدیک ستر میں داخل ہے خواہ قرآن ہو یا کچھ اور [illegible] اخلاق و آداب کیلئے ایک بلاء عظیم ہے۔ والحکم للہ العلی الکبیر۔ اور ہم نے ریڈیو کے متعلق [illegible]

[illegible]	و سماع [illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible] شنا یا جاتا [illegible]

[illegible]	و [illegible]	والله [illegible]	[illegible]

Marfat.com

بخدا اگر لوگ مجھے ریڈیو مفت بھی دیدیں اور اُس کے سارے اخراجات کا بھی خود تکفل کریں ۲

ما کنت اقبلہ ولا ارغب بہ — فالشر کل الشر فی طیاتہ

میں اُس وقت بھی اُس کو قبول نہ کروں۔ اس لئے کہ خرابی اور پوری خرابی اُس کے اندر ہے

صرف المال لیس فائدۃ بہ — وضیاع ما قد عز من اوقاتہ

اول تو بے فائدہ مال خرچ کرنا ہے دوسرے اوقاتِ عزیز کو ضائع کرنا ۔۴

وسماع اغنیۃ یھیج سمعھا — شہوات خالی الفکر من شہواتہ

اور گانا سُننا ہے کہ جس کے سُننے سے ایک خالی الذہن کی شہوات میں ہیجان ہوسکتا ہے

اما سوی ھذا من القران والا[؟] — داب فیہ فلیس من غایاتہ

اور اس کے سوا جو تلاوت یا کوئی اخلاقی مضمون اُس میں ہوتا ہے تو وہ ریڈیو کے مقاصد میں سے نہیں ہے۔ ۵

بل انما جرت قافیۃ لہ — وسواھما المقصود منہ بذاتہ

بلکہ وہ محض برائے بیت ہے اور مقصود اصلی دوسری چیزیں ہیں

ولکم ارادوطیہ فتخوفوا — شعبا یدین اللہ فی ایاتہ

اور بہت مرتبہ اہل ریڈیو نے یہ بھی ارادہ کیا کہ یہ سلسلہ قرأۃ وغیرہ کا بالکل ختم کردیں لیکن دیندار مسلمانوں کی دلچسپی نہ رہنے کے خوف سے باز رہے

فراوا مجاراۃ لہ ابقائہ — لکنھم نقصوہ من ساعاتہ

محض رواداری اور مسایرۃ کے طریق پر اُس کو جاری رکھا لیکن اُس کا وقت کم کردیا

الرادیو شئی عظیم نافع — للخلق لوراعوا جمیل صفاتہ

ریڈیو ایک بہترین اور مفید ایجاد ہے بشرطیکہ اُس کو مفید چیزوں میں استعمال کیا جاوے

اس میں شبہ نہیں کہ ریڈیو ایک بہترین اور عجیب ایجاد ہے جس نے عالم کو حیرت میں ڈالدیا ہے۔ اور اس قابل ہے کہ اُس سے تمام عالم کیلئے بہترین فوائد عظیمہ حاصل کی جاسکیں خصوصاً اُمت اسلامیہ کیلئے تو نافع دین و دنیا ہوسکتی ہے اگر اس سے اشاعتِ اسلام اور تبلیغ احکام کا کام لیا جاوے لیکن یہی آلہ اگر لہو و لعب اور فسق و فجور اور محض ہنسی دل لگی کے کاموں میں استعمال ہونے لگے جیسا کہ اسوقت عموماً اُسکا یہی حال ہے تو اُمت کیلئے ایک بلاء عظیم اور مضرت شدیدہ ہے۔ الغرض ہمارا ریڈیو کو ناپسند کرنا اُسکی موجودہ حالت اور موجودہ مواقع استعمال کی بناء پر ہے نہ کہ فی نفسہ کیونکہ ان حالات سے قطع نظر کی جاوے تو وہ ایک مفید ایجاد ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل (تجبیب المسلمین صـ۱۱)

العبد الضعیف محمد شفیع عفا اللہ عنہ
خادم دار الافتاء بدار العلوم الدیوبندیہ
شوال سنہ ۶۱ھ

(جامعہ ازہر مصر کے علماء کی طرف سے شائع ہونیوالے ماہنامہ نور الاسلام جلد رابع ۳۵۵ھ میں ریڈیو پر تلاوت قرآن کے متعلق سوال کے جواب میں بھی یہی مضمون لکھا گیا ہے کہ قاری اگر لہو و طرب کی مجلس میں نہ ہو اور آداب تلاوت کی رعایت پوری کرکے پڑھے تو تلاوت جائز ہے ۱۲ محمد شفیع)

Marfat.com

کشف الظنون

عن

حکم الخط والتلغراف والتلفون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاستفتاء

تار، ٹیلیفون، خط، وائرلیس وغیرہ جدید آلات کے ذریعہ رویتِ ہلال کی خبر کا کیا حکم ہے اور اس زمانہ کے متعلق حضور والا اور علماء دیوبند کا کیا فتویٰ ہے اور جدید آلات کی خبر کو معتبر مانا جاوے یا نہیں اگر مانا جاوے تو کس وجہ سے اور اگر نہیں تو کیوں؟

الجواب

سوالات کے جواب سے پہلے چند اصولی اور ضروری امور بطور مقدمہ معلوم کر لئے جاویں تو جواب کا سمجھنا آسان ہوگا اور شبہات کا خودبخود جواب ہو جائے گا۔

اول۔ اپنے نزدیک کسی واقعہ کا یقین اور دوسرے دل پر اس اپنے یقین کو لازم کرنا۔ یہ دو چیزیں بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں دونوں کے احکام عقلاً اور شرعاً جدا ہیں۔

اپنے یقین کے لئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا یا کانوں سے سن لینا کافی ہے لیکن دوسرے پر اپنے اس یقین کو لازم کرنے اور ثابت کرنے کے لئے ہمارا یہ یقین کافی نہیں بلکہ شہادتِ شرعیہ ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی صورتیں ہیں کہ ان میں انسان اپنے دل میں اطمینان و یقین پر ہوتا ہے لیکن دوسرے کے سامنے اس کو بطور حجت پیش نہیں کر سکتا۔ خود ضابطۂ شہادت کو دیکھ لیجئے کہ ایک گواہ کتنا ہی متقی و دیانت دار صادق القول کسی واقعہ کی گواہی دے وہ نہ شرعاً کافی ہے اور نہ موجودہ قانونِ حکومت میں حالانکہ اس میں شک نہیں کیا جا سکتا کہ جس شخص کی دیانت و امانت مشہور و معروف ہو اور حاکم خود بھی اس کا معتقد ہو ایسے ایک شخص کی گواہی سے جو یقین حاکم کو حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے چار گواہوں سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ فرض کیجئے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کسی واقعہ کے گواہ ہوں تو کیا کسی مسلمان بلکہ کسی انسان

Marfat.com

اس واقعہ کے ثبوت میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے مگر اس یقین تام کے باوجود حضرت فاروق اعظم کی تنہا شہادت پر معاملہ کا فیصلہ مدعی کے حق میں نہیں کیا جا سکتا نہ شریعت اس کی اجازت دیتی ہے نہ موجودہ حکومتوں کے قوانین۔

اس سے معلوم ہوا کہ ضابطہ شہادت میں صرف یقین ہو جانا کافی نہیں۔ بلکہ ایک خاص طریقہ پر اس کی شہادت شرط ہے کہ دو آدمی ثقہ گواہی دیں۔ اور یہ بھی کافی نہیں بلکہ یہ بھی شرط ہے کہ شاہد عدالت کے سامنے حاضر ہو کر گواہی دے پس پردہ گواہی کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ ٹیلیفون اور ریڈیو پر کوئی گواہی دینا چاہے تو وہ قابل سماعت نہیں سمجھی جاتی شریعت کا قانون تو اس بارہ میں کھلا ہوا ہے ہی۔ کما صرح بہ فی العالمگیریۃ ورد المحتار مطلب الشہادۃ من وراء الحجاب۔

موجودہ حکومتیں جو ان آلات کی موجد ہیں اور جن کے تمام کاروبار کا مدار انہیں ذرائع خبر رسانی پر ہے لیکن ضابطہ شہادت میں وہ بھی ان کو کافی نہیں سمجھتیں۔ نیز حکومت کے خاص احکام بھی ان آلات کے ذریعہ معتبر نہیں مانے جاتے کوئی جج اپنا فیصلہ ریڈیو پر نافذ نہیں کر سکتا۔ اور نہ محض ریڈیو کے اعتماد پر کوئی حاکم اپنے احکام جاری کر سکتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ شہادت میں دو کا عدد ہونا شاہد کا عدالت کے سامنے حاضر ہونا یہ ایسی شرطیں ہیں کہ صرف شرعی ہی نہیں بلکہ عقلی بھی ہیں کہ جو لوگ شریعت کے قائل نہیں وہ بھی ان پر متفق نظر آتے ہیں۔ ۲

اور وجہ اس کی یہ نہیں کہ ایک آدمی کے قول پر یقین نہیں ہو سکتا۔ یا پس پردہ یا ٹیلیفون و ریڈیو پر بولنے والے کی بات پر یقین ممکن نہیں۔ نہیں بلکہ مقصود ان شرائط کا غلط فہمی یا جعل سازی اور دغابازی کے راستوں کا بند کرنا ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک سچے آدمی کو کسی واقعہ کے دیکھنے یا سننے میں غلط فہمی پیش آئی ہو لیکن متعدد آدمی ایک ہی غلطی کا شکار ہو جائیں یہ عادۃً متعذر ہے نیز پس پردہ یا ٹیلیفون وغیرہ پر بات کرنے والے کے کلام میں جعل کے بہت راستے ہیں۔ ان احتمالات کا قطع بدون شرائط مذکورہ کے نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان اشیاء کے ذریعہ آنے والی خبروں سے بشرط اہتمام یقین تو ہو سکتا ہے لیکن اس یقین کو دوسروں پر لازم نہیں کیا جا سکتا اور اسی لئے ضابطہ شہادت اور احکام حکومت میں ان ذرائع سے کام نہیں لیا گیا۔

پس شریعت اسلام نے اخبار کو چند قسموں پر تقسیم کیا ہے اور ہر قسم کے لئے ذریعہ علم و اطلاع جدا ہے ایک قسم معاملات وغیرہ بیع و شراء وکالت و ولایت وغیرہ ہیں ان میں ایک آدمی کی خبر پر عمل کیا جا سکتا ہے خواہ مسلم ہو یا کافر ہو فاسق ہو یا عادل بشرطیکہ سامع کا قلب اس پر مطمئن ہو جاوے۔ و فی الہندیۃ فی الفصل الثانی من اہل الکراہیۃ من الہندیۃ۔ ویقبل قول الواحد فی المعاملات عدلا کان او فاسقا حرا کان او عبدا ذکرا کان او انثی مسلما کان او کافرا دفعا للحرج والضرورۃ ومن المعاملات الوکالات والمضاربات والرسالات فی الہدایا والاذن فی التجارات کذا فی الکافی وفی قواعد قول الواحد فی باب المعاملات عدلا کان او غیرہ

Marfat.com

عادل فلا بد فی ذالک من تحری بغالب رأیہ فیہ ان خبرہ صادق فان غلب علی رأیہ انہ [illegible] العمل علیہ والا لا

کذا فی السراج الوہاج (عالمگیری صفحہ ۳۱۱ ج ۵)۔

دوسری قسم دیانات و عبادات اور خالص حقوق اللہ ہیں جیسے پانی کھانے کپڑے وغیرہ کی نجاست یا طہارت کی اطلاع یا گوشت کے حلال یا حرام ہونے کی خبر یا نکاح و طلاق اور حلت و حرمت وغیرہ کے متعلق ان میں عمل کرنے کیلئے مسلم عادل کی خبر ضروری ہے، فاسق یا کافر کی خبر پر عمل کرنا جائز نہیں بقولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا الآیۃ۔ پھر اس میں مطلق مسلم عادل کی خبر کافی ہے، خواہ وہ آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت خبر دینے والا سامنے ہو یا نظر سے غائب جیسے ٹیلیفون اور ریڈیو وغیرہ میں بشرطیکہ اس کی آواز پہچان کر یقین کر لے کہ یہ آواز فلاں ہی کی آواز ہے اور یہ کہ وہ مسلم اور ثقہ ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر خط پہچان جاوے اور کاتب کے متعلق مسلم ثقہ ہونا معلوم ہو تو دیانات میں اس پر عمل جائز ہے۔ کما فی الاول من کراہیۃ الہندیۃ خبر الواحد یقبل فی الدیانات کالحل والحرمۃ والطہارۃ والنجاسۃ اذا کان مسلما عدلا ذکرا او انثی حرا او عبدا محدودا او [illegible] واحد کذا فی الوجیز للکردری (عالمگیری مصری صفحہ ۳۱۲ ج ۵)۔

۳ **تیسری قسم** وہ معاملات و حقوق ہیں جن کا اثر صرف اپنے عمل پر نہیں بلکہ دوسرے پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے اور اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، ان پر باقاعدہ شہادت شرعیہ ضروری ہے یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا گواہ ہونا اور سب گواہوں کا ثقہ ہونا اور حاضر عدالت ہو کر لفظ شہادت کے ساتھ بیان دینا [illegible] ضروری ہے ایک آدمی کتنا ہی متقی اور صادق القول کیوں نہ ہو [illegible] معاملات [illegible] پردہ یا ٹیلیفون یا ریڈیو کے ذریعہ جو خبر آوے وہ بھی کافی نہیں [illegible] شہادت کے [illegible] نہیں

قال الزیلعی ولو سمع من وراء حجاب لا یسعہ ان یشہد لاحتمال ان یکون غیرہ اذ النغمۃ [illegible]

(تبیین [illegible]) [illegible] فی تحمل الشہادۃ [illegible]

تفصیل مذکور سے واضح ہو گیا کہ خبر رسانی کے [illegible] اگر [illegible] ٹیلیفون [illegible] شرعی احکام میں مطلقاً بیکار نہیں اور نہ مطلقاً قابل اعتبار ہیں بلکہ [illegible] ہے کہ قسم اول میں تو ہر قسم کی خبر کافی ہے خواہ [illegible] ٹیلیفون وغیرہ سے ہو [illegible] وغیرہ کی خبر پر [illegible] قسم اول [illegible]

اور قسم دوم میں ٹیلیگرام کافی نہیں [illegible] کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ مسلم ہے یا غیر مسلم اور عادل ہے یا غیر عادل [illegible] ٹیلیفون اور ریڈیو میں اگر [illegible] مسلم ثقہ ہونا معلوم [illegible] اور قسم سوم میں [illegible]

کے سامنے باقاعدہ شہادت ضروری ہے۔

قسم سوم میں ٹیلیفون اور ریڈیو پر آواز کی پوری شناخت ہوجانے کی شرط سے جو خبر مقبول قرار دی گئی ہے اُس کی اصل معیار کے کلام خط اور تحریر کے احکام ہیں اُنھیں پر ان آلاتِ جدیدہ کے احکام کا قیاس ہو سکتا ہے کیونکہ جس طرح خط پہچانا جا سکتا ہے ریڈیو اور ٹیلیفون پر آواز پہچانی جا سکتی ہے اور جس طرح خط کی پہچان قطعی اور یقینی نہیں اسی طرح ان آلات پر آواز کی پہچان قطعی اور یقینی نہیں۔

حضراتِ فقہاء رحمہم اللہ نے قسم سوم میں خط کا اعتبار نہیں کیا یعنی محض خط کے ذریعہ شہادت دینے اور اُس کے قبول کرنے کی اجازت نہیں دی۔ البتہ قسم دوم (یعنی دیانات) میں دو شرطوں کی ساتھ خط کا اعتبار کیا ہے۔ ایک یہ کہ مکتوب الیہ کاتب کے خط کو پہچانتا ہو اور وہ شناخت کرے کہ یہ خط اُسی کا ہے۔ دوسرے یہ کہ کاتب مسلمان اور ثقہ ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کا عمل متواتر اس کے لئے حجت کافیہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ملوک حجاز وعراق وروم وشام وغیرہ کے پاس خط بھیجے اور عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لئے کچھ احکام شرعیہ لکھوائے اور باتفاقِ صحابہ ان احکام مکتوبہ کو معمول بہا سمجھا گیا اسی طرح خلفاء راشدین بذریعہ خطوط بہت سے احکام مختلف بلاد میں بھیجتے تھے اور وہاں کے قضاۃ وحکام ان کی تعمیل کرنا ضروری سمجھتے تھے لیکن یہ سب دربارہ دیانات بدرجہ خبر ہوتا تھا اور وہ بھی اسی شرط پر کہ مکتوب الیہ کو اس خط کی یقینی طور پر شناخت ہوجاوے اور جہاں شہادت کی ضرورت پڑتی ہے تو اس خط پر دو شاہد قائم کر کے اُن کو بھیجا جاتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ جن اُمور میں خبر کافی ہے وہاں خط کا اعتبار معاملہ دیانات میں دو شرطوں کی ساتھ جائز ہے اوّل یہ کہ خط لکھنے والا مسلمان عادل ہو فاسق نہ ہو دوسرے یہ کہ مکتوب الیہ اس کے خط کو پوری طرح پہچانتا ہو اور اسے اطمینان ہوجاوے کہ یہ خط اسی کا ہے۔ خط کے بارہ میں فقہاء کرام کی تصریحات کا خلاصہ یہ ہے:۔

قال فی العیون والفتوی علی قولھما اذا تیقن انہ خطہ سواء کان فی القضاء والروایۃ او الشہادۃ علی الصک وان لم یکن الصک فی ید الشاھد لان الغلط نادر واثر التغیر یمکن الاطلاع علیہ وقلما یشتبہ الخط من کل وجہ فاذا تیقن جاز الاعتماد علیہ توسعۃ علی الناس اھ حموی لکن سیذکر الشارح فی الشہادات قبیل باب القبول مانصہ وجوازہ لو فی حوزہ وبہ ناخذ بحر عن المنتقی وھذا ما اختارہ المحقق ابن الھمام ھنالک وسیاق تمامہ انشاء اللہ (شامی ص ج ۴) قال الشامی تحت قولہ للرد دفتر بیاع وصراف وسمسار مانصہ ولا یلزم من ھذا ان یعمل بکتابۃ فی الذی لہ کما

Marfat.com

ولا یخفی خلافا لمن فہم منہ ذلک ویجب تقییدہ ایضا بما اذا کان دفترہ محفوظا عندہ فلو کانت کتابتہ فی ما
علیہ فی دفتر خصمہ فالظاہر انہ لا یعمل بہ خلافا لما ابحثہ طلان الخط مما یزور وکذا لو کان لہ کاتب
فالدفتر عند الکاتب لاحتمال کون الکاتب کتب ذلک علیہ بلا علمہ فلا یکون حجۃ علیہ اذا انکرہ۔
او ظہر ذلک بعد موتہ وانکرتہ الورثۃ (شامی باب کتاب القاضی الی القاضی صفحہ ۳۰۹ جلد ۴) وتفصیل حکم کتاب القاضی
الی القاضی بما لہ وعلیہ مصرح فی الدر المختار مع الشامیہ ص ۳۹۶ ج ۴۔

اس تفصیل کے بعد ٹیلیفون اور ریڈیو کے مسئلہ پر غور کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا درجہ خط سے بھی کم ہے۔ کہ اول تو اس کی آواز کا پہچاننا ہر شخص کے لئے آسان نہیں جیسا کہ عام اہل تجربہ سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا۔ پھر اگر پہچان ہو بھی جائے تو اس میں اشتباہ کے مواقع بہ نسبت خط کے زیادہ ہیں۔ خط میں تو مکرر نظر کر کے یا دوسروں کو دکھلا کر کوئی فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور ٹیلیفون کی خبر محض ایک آواز جو ایک مرتبہ صادر ہو کر ختم ہو جاتی ہے نہ دوسروں کو سنایا جا سکتا ہے نہ خود اس پر بار بار غور کرنے کا موقع ملتا ہے تاہم اگر کسی شخص کو کافی طور سے ٹیلیفون کے ذریعہ آنے والی خبر کی شناخت یا اطمینان ہو جاوے تو وہ بھی حکم خط ہو سکتی ہے۔

5 ## ثبوتِ ہلال کیلئے ضابطہ شرعیہ

اس مقدمہ کے بعد اصل مسئلہ پر غور کیجئے کہ رویت ہلال کی خبر اقسام مذکورہ میں سے کس میں داخل ہے اور وہ یہ کہ عہدِ نبوت اور خلافت راشدہ میں ثبوت ہلال کے لئے کن کن ذرائع کا استعمال و اعتبار کیا گیا ہے۔

اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور تعامل سے ثبوت ہلال کے تین طریق ثابت ہیں۔ اول رویت دوسرے رویت نہ ہو تو پورے تیس دن گذر جانے کے بعد ہلال کا ثبوت تیسرے باقاعدہ شہادت شرعیہ سے رویت ہلال کا ثبوت۔

چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ
وافطروا لرؤیتہ فان غمی علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین (رواہ البخاری ص ۲۵۶ ج ۱)

اور مسند احمد و نسائی میں حضرت عبدالرحمن بن زید بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے یوم شک میں ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا۔

انی جالست اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسألتہم وحدثونی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ وانسکوا لہا فان

یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مجالست کی اور ان سے مسائل دریافت کئے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

...عليه فأتموا العدة ثلاثين يوما فإن شهد شاهدان مسلمان فصوموا وأفطروا رواه أحمد ورواه النسائي ولم يقل فيه مسلمان وذكره الحافظ في التلخيص ولم يذكر فيه قدحا وإسناده لا بأس به على اختلاف فيه اهـ كذا في الإعلاء عن النيل (صفحہ ...)

دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے ہی پر افطار کرو۔ اور اگر تم پر بادل وغبار وغیرہ سے چاند نظر نہ آوے تو تیس دن پورے کریں پس اگر دو گواہ مسلمان گواہی دیں تو اس کے موافق روزہ رکھو اور افطار کرو۔

اور ابوداؤد و مسند احمد کی ایک روایت یہ ہے :-

عن ربعي بن حراش عن رجل من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اختلف الناس في آخر يوم من رمضان فقدم أعرابيان فشهدا عند النبي صلى الله عليه وسلم بالله لأهلا الهلال أمس عشية فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يفطروا رواه أحمد وأبو داود وزاد في رواية وأن يغدوا إلى مصلاهم الحديث سكت عنه أبو داود والمنذري ورجاله رجال الصحيح وجهالة الصحابي غير قادحة نيل الأوطار (ج ۳) کذا في الإعلاء ص ۹۲

حضرت ربعی بن خراش رضی اللہ عنہ ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رمضان کے آخری دن میں کچھ اختلاف ہوگیا پھر دو گاؤں والے باہر سے آگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ گواہی دی کہ واللہ ہم نے کل شام کو چاند دیکھا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگ روزہ افطار کر دیں۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عید کی نماز کے لئے کل صبح کو عیدگاہ میں جمع ہوں۔

نیز نیل الاوطار میں بروایت ابوداؤد و دارقطنی مذکور ہے :-

عن أمير مكة الحارث بن حاطب قال عهد إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن ننسك للرؤية فإن لم نره وشهد شاهدا عدل نسكنا بشهادتهما رواه أبو داود والدارقطني وقال هذا إسناد متصل صحيح وفيه أيضا سكت عنه أبو داود والمنذري ورجاله رجال الصحيح إلا الحسين بن الحارث الجدلي وفيه أيضا الحارث المذكور له صحبة اهـ نيل الأوطار

امیر مکہ حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا کہ ہم قربانی (اور عید الاضحی) چاند دیکھنے پر ادا کیا کریں پس اگر چاند نظر نہ آوے اور عادل گواہ گواہی دیں تو ان کی گواہی پر قربانی وغیرہ کریں۔

روایات مذکورہ سے صراحت وضاحت کے ساتھ ثابت ہوا کہ ثبوت ہلال کے لئے تین طریقے ہیں۔ اول

Marfat.com

دیکھا۔ [illegible] رمضان کے روز کی تیسویں شہادت دو آدمی گواہوں کی بنا پر ہلالِ رمضان و ہلالِ عید یا ہلال عید الاضحیٰ وغیرہ۔ جس سے معلوم ہوا کہ ثبوتِ ہلال کو شرعاً اُن معاملات میں شمار کیا ہے جن میں خبر کافی نہیں بلکہ شہادت شرعیہ ضروری ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ ہلال کے بارہ میں تار، ٹیلیفون، ریڈیو [illegible] آدمی کی خبر بلا تحقیق حجت اور قابلِ عمل نہ ہوں کیونکہ وہ ضابطہ شہادت کے مطابق نہیں ہیں۔

لیکن ایک دوسری روایتِ حدیث سے ہلالِ رمضان میں صرف ایک ثقہ آدمی کی خبر پر عمل کرنا ثابت ہے جیسا کہ ابوداؤد کی ایک صحیح السند روایت میں ہے:

عن ابن عمرؓ قال تراءى الناس الهلال فاخبرت رسول الله صلى الله عليه وسلم انى رأيته فصام وامر الناس بصيامه رواه ابوداؤد والدارمي وقال ميرك نقلا عن التصحيح ورواه الحاكم وقال على شرط مسلم ورواه البيهقي وصححه ابن حبان وقال النووي اسناده على شرط مسلم۔ مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ ج۲۔ کذا فی الاعلاء۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی (مگر نظر نہ آیا) پھر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ کا حکم دے دیا۔

اس حدیث سے صرف ہلالِ رمضان کا ثبوت ایک ثقہ کی خبر پر ثابت ہوا۔ اسی لئے حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے ہلالِ رمضان اور ہلالِ عید وغیرہ میں یہ فرق کر دیا کہ ہلالِ رمضان کے ثبوت کیلئے خبر کافی ہے شہادت ضروری نہیں بخلاف دوسرے اہلہ کے کہ وہ عام ضابطہ کے مطابق بدون شہادت کے ثابت نہ ہوں گے اور وجہ فرق کی یہ قرار دی کہ ثبوتِ رمضان خالص حقوق اللہ اور دیانات میں سے ہے جن میں خبر واحد ثقہ معتبر ہے بخلاف ہلالِ عیدین وغیرہ کے کہ اُن میں حقوق اللہ [illegible] حقوق العباد کے بھی شامل ہیں یعنی افطار صوم وغیرہ۔ اس لئے ہلالِ رمضان کی خبر کو باب دیانات کے ساتھ لگایا گیا اور ہلالِ عیدین وغیرہ کو اُن معاملات کے ساتھ جن میں مشروط بالشہادة ہیں۔

اس تنقیح کے بعد نتیجہ یہ نکل آیا کہ ثبوتِ ہلالِ رمضان کیلئے مذکورہ تین طریقوں کے علاوہ ایک چوتھا طریق بھی ہے یعنی خبر ایک ثقہ مسلمان کی بدون لفظ شہادت اور بدون شرائط شہادت [illegible]

چار [illegible] فقہاء حنفیہ کے نزدیک [illegible] ثبوتِ ہلال کا یہ ہے کہ اگر مطلع [illegible] ہلال اتنی بڑی جماعت کے ذریعہ سے ثابت ہو سکتا ہے شہادت کی ضرورت نہیں [illegible] شہادت [illegible] قاضی اور [illegible] خواہ [illegible] ہو یا [illegible] کرنے والا [illegible]

Marfat.com

نہ ہو محض ایک عادل ثقہ آدمی کی خبر سے ابر و غبار کی حالت میں ہلالِ رمضان المبارک ثابت ہو سکتا ہے۔ اور مستور الحال یعنی جس کا فسق معلوم نہ ہو اگرچہ ثقہ ہونا بھی معلوم نہ ہو اُس کی خبر بھی قولِ مفتی بہ کے موافق اس بارہ میں مقبول ہے۔ اور اگر مطلع صاف ہو تو جمِ غفیر کی شہادت ضروری ہے اور قولِ مفتی بہ کی رو سے ذو عادل ثقہ آدمی کا قول بھی اس صورت میں قبول کیا جا سکتا ہے جب کہ یہ شخص کہیں شہر سے باہر جنگل یا گاؤں وغیرہ میں دیکھ کر آئے ہوں اور ہلالِ عید الفطر و عید الاضحیٰ کیلئے شہادتِ کاملہ ضروری ہے۔ یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ہوں اور سب ثقہ ہوں اور مجلسِ قاضی میں آکر بلفظ اشہد گواہی دیں۔ اور اگر مطلع صاف ہو تو رمضان کی طرح عیدین کیلئے بھی جمِ غفیر کی شہادت شرط ہے اور دلیل اس کل مضمون کی عبارتِ ذیل ہے:

قال العلامة الشامي في رسالته تنبيه الغافل والوسنان على احكام هلال رمضان في مجموعة الرسائل ۲۳۴ ج ۱

قال علماؤنا الحنفية في كتبهم ويثبت رمضان برؤية هلاله وباكمال عدة شعبان ثم اذا كان في السماء علة من نحو غيم او غبار قبل لهلال رمضان خبر واحد عدل في ظاهر الرواية او مستور على قول مصحح لا ظاهر الفسق اتفاقاً سواء جاء ذلك المخبر من المصر او من خارجه ولو كانت شهادته على شهادة مثله او كان قناً او انثى او محدوداً في القذف تاب في ظاهر الرواية لانه خبر ديني فاشبه رواية الاخبار ولهذا ۸
لا يشترط لفظ الشهادة ولا الدعوى ولا الحكم ولا المجلس القضاء وشرط لهلال الفطر مع علة في السماء شروط الشهادة لانه تعلق به نفع العباد وهو الفطر فاشبه سائر حقوقهم فاشترط ما اشترط فيها من العدد والعدالة والحرية وعدم الحد في القذف وان تاب ولفظ الشهادة والدعوى على خلاف فيه الا اذا كانوا في بلدة لا حاكم فيه فانهم يصومون فيه بقول ثقة ويفطرون بقول عدلين للضرورة وهلال الاضحى وغيره كالفطر. واذا لم يكن في السماء علة اشترط لهلال رمضان والفطر جمع عظيم يقع العلم الشرعي وهو غلبة الظن بخبرهم (الى قوله) وهذا ظاهر الرواية (ثم قال) ان هذا اذا كان الذي شهد بذلك في المصر اما اذا جاء من مكان آخر خارج المصر فانه تقبل شهادته - اي لو واحداً اذا كان عدلاً ثقة لانه يتيقن في الرؤية في الصحاري ما لا يتيقن في الامصار لما فيها من كثرة الغبار وكذا اذا كان في المصر في موضع مرتفع اهـ. قال الشامي اقول وهذا التفصيل قول الطحاوي قال في الذخيرة وهكذا ذكر في كتاب الاستحسان وذكر القدوري انه لا يقبل شهادته في ظاهر الرواية وذكر الكرخي انها تقبل وفي الاقضية صحح رواية الطحاوي واعتمد عليها انتهى وكذا اعتمدها الامام ظهير الدين والمرغيناني وصاحب الفتاوى الصغرى كما في مدارج الفتاح عن معراج الدراية (اقول) وهذا وان كان خلاف ظاهر الرواية فينبغي ترجيحه في زماننا تبعاً لهؤلاء الائمة الكبار الذين هم من اهل الترجيح والاختيار (مجموعة الرسائل ابن عابدين ص ۲۳۵ ج ۱)۔

جن بلاد میں حکومتِ اسلامی نہیں اُن میں ثبوتِ ہلال کا ضابطہ

علامہ شامی کی عبارتِ مذکورہ سے واضح ہوا کہ جس جگہ والی مسلم موجود نہ ہو جو باقاعدہ شہادت لیکر حکم کرسکے وہاں ہلالِ عیدین کیلئے بھی شہادت کی ضرورت نہیں ہے لیکن عبارتِ مذکورہ سے یہ بات واضح نہ ہوئی کہ ایسے مقامات میں شہادت کی صرف وہ شرائط ساقط ہوں گی جو قاضی پر موقوف ہیں مثلاً لفظ اشہد اور مجلس قاضی وغیرہ یا تمام شرائط شہادت ساقط ہوں گے اور ہلالِ فطر ایسے مواضع میں بحکم ہلالِ رمضان ہو جاوے گا اور باوجود تتبع اور تلاش کے اس کے متعلق کوئی نص صریح کتب فقہ میں نظر میں نہیں آئی لیکن عباراتِ فقہاء سے قرائن اس کے مستفاد ہوتے ہیں کہ ایسے مقامات میں شرائطِ شہادت کا سقوط چونکہ ضرورت کی بنا پر ہے تو اس کا حکم بقدرِ ضرورت ہی جاری ہوگا اس لئے وہ شرائط جن کا تعلق قاضی یا مجلسِ قاضی سے نہیں مثلاً عدد کامل ہونا، عادل ہونا، حُر ہونا، غیر محدود فی القذف ہونا، سامنے حاضر ہونا وغیرہ۔ اس صورت میں ساقط نہ ہوں گے۔ مثلاً ایک قرینہ تو اس کا یہی ہے جو شامی کی عباراتِ مذکورہ میں گذر گیا کہ ہلالِ رمضان اور ہلالِ فطر میں ایسے مقامات کیلئے بھی ایک فرق کا لحاظ رکھا گیا کہ رمضان میں ایک شخص کی خبر کافی پائی گئی اور ہلالِ فطر میں دو آدمیوں کی خبر ضروری قرار دی ہے جو ایک شرط ہے شرائطِ شہادت میں سے۔ دوسرا قرینہ بحر الرائق کی عبارت ہے ولفظہ ویشترط 9
فیہ مایشترط فی سائر حقوقھم من العدالۃ والحریۃ والعدد وعدم الحد فی القذف ولفظ الشہادۃ والدعوی علی خلاف فیہ ان امکن ذلک والا فقد تقدم انھم لوکانوا فی بلدۃ لاقاضی فیہا ولا والٍ فان الناس یصومون فیہا بقول ثقۃ ویفطرون باخبار العدلین (بحر الرائق) کیونکہ اس سے صاف معلوم ہوتا کہ صرف اُن شرائط کو ساقط کیا جاوے گا جن کا تحقق ان بلاد میں نہیں ہو سکتا باقی شرائط بحالہا رہیں گی۔

ہمارے بلاد (ہندوستان) میں جن میں کوئی باقاعدہ قاضی یا والی مسلم نہیں ہے اگر ہلال رمضان کے بارے میں عادۃً وہ کسی عالم یا جماعتِ علماء کو اپنا حکم فیصلہ کن سمجھتے ہیں اور اُن کے قول پر عمل کرتے ہیں وہ کس قاعدہ کے ماتحت داخل ہوں گے کیا ان علماء کو اس خاص معاملہ میں بمنزلہ قاضی قرار دیکر شہادت کی ضرورت ہوگی یا عدمِ قاضی ووالی کا حکم جاری ہوگا۔ مقتضاء احتیاط اس باب میں پہلی صورت معلوم ہوتی ہے یعنی علماء بلدہ جو اس بارہ میں مرجع عوام سمجھے جاتے ہوں وہ بحکم قاضی قرار دیئے جائیں گے وبمثلہ صرح العلامۃ الکھنوی فی حواشی شرح الوقایہ پس ایسے مواقع پر شہادت کا لفظ استعمال کرنا چاہئے

تنبیہ تار اور لاسلکی پیغام کی خبر کے مطابق اور ٹیلیفون وغیرہ کی خبر کے بعض معاملات میں شرعاً غیر معتبر ہونے پر بعض جدید الخیال حضرات یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ آجکل تمام دنیا کے کاروبار انھیں چیزوں کی خبروں پر دائر ہیں کروڑوں روپیہ کا ہیر پھیر اسی کے ذریعہ ہوتا ہے اور سب کاموں میں ان کا اعتبار کیا جاتا ہے پھر شریعت

کے ان کو غیر معتبر ٹھیرانے کی حکمت معلوم نہیں ہوتی۔

اس کا ایک اصولی جواب تو یہ ہے کہ آسمانی شریعت دنیوی رسوم و رواج کے تابع نہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جس چیز یا جس شخص کا اعتبار عام طور پر کیا جاتا ہو شریعت مطہرہ بھی اُسے معتبر تسلیم کرے۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ آجکل عام طور پر سرکاری عہدہ داروں اور زمینداروں کی بات کو اس قدر معتبر سمجھا جاتا ہے کہ معمولی حیثیت کا آدمی خواہ کتنا ہی سچا اور ثقہ ہو اُس کا قول ان لوگوں کے مقابلہ میں کوئی اثر نہیں رکھتا۔ حالانکہ ان لوگوں کی غلط بیانی، ثبوت خوانی وغیرہ کے واقعات سے بھی کوئی شخص ناواقف نہیں ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ اگر دنیا ایک غلط راستہ پر پڑ جائے تو آسمانی شریعت تو اس راستہ پر نہیں پڑ سکتی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں کی تقلید اور اسوہ کو مایہ ناز سمجھا جاتا ہے وہ بھی ان چیزوں کی خبروں کا بھروسہ اعتبار نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ شہادت کے موقع پر کسی خط کا بغیر زبانی شہادت کے اعتبار کیا جاتا ہے اور نہ کبھی تار اور وائرلیس اور ریڈیو کا کہیں یہ سنا گیا کہ کوئی شاہد اپنی شہادت ان چیزوں کے ذریعہ ادا کرتا ہو اور عدالت اُس کو قبول کرلے۔ یا حاکم اپنا فیصلہ ریڈیو یا ٹیلیفون پر سنا کر نافذ کر دے۔ اسی طرح سنگین معاملات میں کبھی محض تار یا وائرلیس کی بلکہ ٹیلیفون کی خبر پر بھی اعتماد نہیں کیا جاتا۔ 10

شریعت مطہرہ کی نظر میں صوم و افطار کے مسائل بھی چونکہ بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اس لئے ان میں ایسی چیزوں کا اعتبار نہ کرنا کچھ مستبعد اور تعجب کی چیز نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ المستعان و علیہ التکلان

جوابِ سُوال۔ مقدمات مذکورۃ الصدر سے سوالات مندرجہ استفتار کے جواب حسب ذیل حاصل ہوئے:۔

(الف) ٹیلیگراف (تار) کی خبروں کا ثبوت ہلال وغیرہ امور دینیہ میں کسی حال کوئی اعتبار نہیں نہ شہادت کے درجہ میں آسکتے ہیں نہ خبر شرعی کے اور نہ اُن سے ہلالِ رمضان ثابت ہو سکتا ہے نہ ہلالِ عیدین جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے اگر بہت سے تار ایک شہر سے وصول ہوں تو وہ بھی خبر مستفیض کے حکم میں نہ ہوں گے جیسا کہ مقدمہ میں علامہ شامی نے بحوالہ رحمتی خبر مستفیض کی تعریف میں بتلایا ہے کہ جب تک شائع کنندہ کا علم نہ ہو کہ کون ہے اس وقت تک اُس کا اعتبار نہ ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ تار میں اس کے علم کا کوئی معتدبہ ذریعہ نہیں ہے۔

(ب) خط کی اگر بخوبی شناخت ہو جاوے کہ فلاں شخص کا لکھا ہوا ہے اور وہ خط لکھنے والا مسلمان عادل یا مستور الحال ہو تو ہلال رمضان میں خط کی خبر معتبر ہے۔

اور ٹیلیفون یا ریڈیو کے ذریعہ جو خبر موصول ہو اگر اس میں سننے والوں کو خبر دینے والوں کی آواز پہچان

طرح شناخت میں آجاوے اور یہ یقین ہوجاوے کہ اسی شخص کی آواز ہے تو خط پر قیاس کرکے ہلال رمضان میں اس پر عمل کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے بشرطیکہ خبر دینے والا فاسق یا کافر نہ ہو اور اگر آواز میں کچھ تردد ہے تو جائز نہیں لیکن ٹیلیفون میں بہ نسبت خط کے تردد احتمال زیادہ ہے اس لئے اس میں ایک پر اکتفا نہ کیا جاوے بلکہ جب متعدد مقامات سے بذریعہ ٹیلیفون دریافت کرکے اطمینان حاصل ہو جاوے تب عمل کریں۔

(ج) ہلال عید وغیرہ کا ثبوت خط اور ٹیلیفون اور ریڈیو سے نہیں ہو سکتا اگرچہ آواز پہچان لی جاوے کیونکہ اس میں شہادت کی ضرورت ہے جیسا کہ شامی کی عبارت منقولہ مقدمہ سے معلوم ہوا اور یہ خبریں شہادت کے حکم میں نہیں ہیں جیسا کہ مقدمہ میں ثابت ہوا۔

خلاصہ جواب یہ ہے۔ تار کی خبر ہلال رمضان میں معتبر ہے اور نہ ہلال عیدین وغیرہ میں اور خط اور ٹیلیفون اور ریڈیو کی خبر پر ہلال رمضان میں اس شرط کے ساتھ اعتماد کیا جاسکتا ہے کہ لکھنے والے کا خط اور بولنے والے کی آواز پوری طرح پہچان لی جاوے اور یہ لکھنے والا یا بولنے والا ثقہ یا مستور الحال ہو اور ٹیلیفون میں یہ بھی لحاظ رکھا جاوے کہ ایک خبر پر اعتماد نہ کیا جاوے بلکہ متعدد جگہ سے خبر آنے پر اعتبار کیا جاوے [illegible] فی الفرق بین الخط والصوت فی المقدمہ۔

[illegible] کسی حال میں بھی خط اور ٹیلیفون اور ریڈیو کی خبر پر اعتماد جائز نہیں۔

آخر عرض یہ ہے [illegible] ہلال رمضان [illegible] ہلال رمضان [illegible] کی گنجائش [illegible] احتیاط اولیٰ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اطلاع

احکام ہلال کے بارہ میں حضرت [illegible] لکھنا شروع کیا ہے [illegible] ان شاء اللہ تعالیٰ [illegible] تمام ضروری احکام اور مسائل ہلال کے مع دلائل [illegible] جاویں گے۔ واللہ المستعان [illegible]

کتبہ الاحقر
محمد شفیع غفرلہ
خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

وقد وقع من الحواشی والازدیاد فی طبع الثانی

Marfat.com

ضمیمہ تصحیح العلم فی تقبیح الفلم

(از احقر محمد شفیع عفی عنہ)

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ اس زمانہ میں جو نئے کھیل تماشے نکلے ہیں. بائیسکوپ تھیٹر، سینما، سرکس وغیرہ یہ تماشے دکھانے کی غرض سے کوئی مکان یا زمین کرایہ پر لیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اپنا مکان یا زمین ان کاموں کیلئے دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ اذا استاجر الذمی من المسلم دارا لیسکنها فلا بأس بذلك وان شرب فیها الخمر وعبد فیه صلیبا اودخل فیها الخنازیر ولم یلحق المسلم فی ذلك شئ وكان بمنزلة مالو اجر دارا من فاسق تاتارخانیه فی نوع استیجار علی المعاصی ولو اظهر المستاجر فی الدار شیئا من اعمال الشرك كشرب الخمر واكل الربوا والزنا واللواطة فانه یومر بالمعروف ولیس للاجر ولا یجبرون ان یخرجوه من الدار (الی قوله) وفی الجواهر ان رای السلطان ان یخرجه منها فعل الخ (کتاب الاجارة انقرویه ص ۲۱۶ ج ۲) وفی کتاب الحظر والاباحة من الدر المختار وجاز حمل خمر ذمی بنفسه او بدابته باجر (الی قوله) وجاز اجارة بیت بسواد الكوفة ای قراها (الی قوله) لیتخذ بیت نار او كنیسة او بیعة او یباع فیه الخمر وقالا لا ینبغی ذلك لانه اعانة علی المعصیة وبه قالت الثلاثة اه. قال الشامی تحت قوله وجاز حمل خمر الذمی والحدیث محمول علی الحمل المقرون بقصد المعصیة ثم قال ولعل المراد هنا عصیر العنب علی قصد الخمریة فان عین هذا الفعل معصیة بهذا القصد اه (شامی کتاب الحظر والاباحة ص ۳۴۷ ج ۵)۔

عبارات مرقومہ بالا سے امورِ ذیل ثابت ہوئے (الف) اگر بوقتِ عقد یہ کہکر معاملہ کیا جاوے کہ یہ زمین ہم بائیسکوپ ١٣
یا تھیٹر وغیرہ قائم کرنے کیلئے لیتے ہیں اور مالک زمین اس کو منظور کر کے دیدے یا خود مالکِ زمین کہے کہ میں نے یہ زمین تمہیں بائیسکوپ وغیرہ قائم کرنے کے لئے دیدی ہے تو یہ صورت باتفاق جائز نہیں کیونکہ اس نیت اور اس قول کے ساتھ یہ عقد خود معصیت ہو گیا (کما یستفاد من تحقیق الشامیؒ) (ب) اگر بوقتِ عقد اس کا کوئی تذکرہ نہ ہو لیکن مالک زمین جانتا ہے کہ یہ شخص اس زمین کو تھیٹر وغیرہ کیلئے کرایہ پر لیتا ہے تو یہ صورت مختلف فیہ ہے امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک ناجائز. لیکن مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ ہونے پر اس کے بھی اتفاق ہے جیسا کہ درمختار کی عبارت مذکورہ سے واضح ہے۔ دوسری جگہ درمختار کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے ما قامت المعصیة بعینه یکرہ بیعه تحریما والا فتنزیها (از شامی ص ۲۷۳ ج ۵) (ج) اور اگر بوقت عقد اجارہ نہ صراحۃً اس کا تذکرہ ہوا کہ اس زمین میں کوئی خلافِ شرع کام کیا جاوے گا اور نہ صاحبِ زمین کو یہ معلوم ہوا کہ اس معاملہ سے مقصود اصلی کسی خلافِ شرع کام میں صرف کرنا ہے اگرچہ اس شخص کے کافر یا فاسق ہونے کی وجہ سے یہ ظن غالب ہو کہ یہ اس میں خلافِ شرع امور کا بھی ارتکاب کرے گا لیکن مقصود اصلی محض سکونت کے لئے یا اور کسی جائز کام کے لئے کرایہ پر لینا ہے مگر پھر اس میں ناجائز اور خلافِ شرع کام بھی کرنے لگا. تو اس صورت میں مالک زمین پر کوئی کسی قسم کا گناہ نہیں اور نہ اس کی بنا پر وہ قبل میعاد اجارہ فسخ کر سکتا ہے۔ البتہ حاکم مسلم کو اختیار ہے کہ اس جگہ سے اس کو اٹھا دے (کما یثبت من عبارة الانقرویه)۔

اور تفصیل مذکور سے زر کرایہ کے متعلق بھی یہ تفصیل معلوم ہو گئی کہ جو صورت مکروہ یا ناجائز ہے اس میں اس روپیہ میں بھی ایک قسم کا خبث رہے گا گو ملک میں داخل ہو جاوے گا۔ اور جو صورت مباح ہے اس میں روپیہ حلال طیب ہو گا۔ فقط۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

Marfat.com

تصحیح العلم

فی

تقبیح الفلم

از افاضات حضرت مجدد الملۃ حکیم الامۃ فقیہ العصر حضرت مولانا اشرف علی صاحب قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بائسکوپ کے پردہ ۱
پر خلفائے اسلام، شاہان اسلام اور رہنمایان اسلام کی تصویریں متحرک بولتی گاتی اور ناچتی
دکھائی جائیں اور خواتین اسلام کو بائسکوپ کے ذریعہ سے پبلک میں بے پردہ پیش کیا جائے تو کیا
شریعت اسلامیہ اس فعل کو جائز قرار دیتی ہے یا شریعت اسلامیہ کے نزدیک یہ فعل ناجائز ہے
اور کیا حکم دیتی ہے شریعت اسلامیہ اُن حضرات کے بارہ میں جو اس فعل کے جواز کی حمایت میں دعوے
کرتے ہیں اور مسلمانوں کو متحرک تصاویر اور بولتی تصاویر کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب شریعت اسلامیہ میں جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً معصیت ہے خواہ قلمی
ہو اور خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ۔ فی جمع الفوائد من الستۃ عن عائشۃ قدم صلی اللہ علیہ وسلم
من سفر وقد سترت بقرام علی سہوۃ لی فیہ تصاویر فنزعہ وقال اشد الناس عذابا یوم
القیامۃ الذین یتضاھون بخلق اللہ۔ اور کسی مسلمان کی تصویر بنانا اور زیادہ معصیت ہے کہ اس میں
ایسے شخص کو آلہ معصیت بنانا ہے جو اس کو اعتقاداً قبیح جانتا ہے اور اسی اصول پر حق تعالیٰ کی قسم کھانے
پر کھانے پر خاص تشنیع فرمائی گئی ہے۔ فی تفسیر الجلالین۔ ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم
ای نصبا لھا بان تکثروا الحلف بہ ان لا تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس فی الکمالین نصبا
ای علما للایمان فی القاموس النصب بضمتین کل ما جعل علما ای الاعتدال

لا یہا ملاحظہ۔ اگر چہ اُس تصویر کی طرف کوئی امر مکروہ بھی منسوب نہ کیا گیا ہو محض تفریح و تلذذ ہی کے لئے ہو کیونکہ محرمات شرعیہ سے تلذذ بالنظر بھی حرام ہے۔ فی الدر المختار کتاب الاشربۃ۔ وحرم الانتفاع بہا ولو بسقی دواب او لطین او نظر للتلہی۔ اور اگر اس کی طرف کسی نقص یا عیب کو بھی منسوب کیا جاتا ہے تو اس میں ایک دوسری معصیت یعنی غیبت بھی منضم ہو گئی کیونکہ غیبت صرف کلام ہی میں منحصر نہیں نقوش قلم یعنی کتابت سے بھی ہوتی ہے اسی طرح اُس عیب کی ہیئت بنانے سے بھی ہوتی ہے کما ہو مصرح فی احیاء العلوم۔ بیان ان الغیبۃ لا تقتصر علی اللسان اعلم ان الذکر باللسان انما حرم لان فیہ تفہیم الغیر نقصان اخیک وتعریفہ بما یکرھہ فالتعریض بہ کالتصریح والفعل فیہ کالقول والاشارۃ والایماء والغمز والھمز والکتابۃ والحرکۃ وکل ما یفہم المقصود فھو داخل فی الغیبۃ وھو حرام فمن ذلک قول عائشۃ رض دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومأت بیدی انہا قصیرۃ فقال علیہ السلام اغتبتیہا (ابن ابی الدنیا و ابن مردویہ من روایۃ حسان ابن مخارق وحسان وثقہ ابن حبان وباقیہم ثقات کذا فی تخریج العراقی باختلاف یسیر فی بعض الالفاظ) ومن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا اوکما یمشی فھو غیبۃ بل ھو اشد من الغیبۃ لانہ اعظم فی التصویر والتفہیم ولما رأی صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ حاکت امرأۃ قال ما یسرنی انی حاکیت انسانا ولی کذا وکذا (تقدم فی الآفۃ الحادیۃ عشر من ابی داؤد والترمذی وصححہ کذا فی تخریج العراقی) وکذلک الغیبۃ بالکتابۃ فان القلم احد اللسانین وذکر المصنف شخصا معینا وتھجین کلامہ فی الکتاب غیبۃ الخ۔ ۳

اسی طرح اس منسوب الیہ کی تصویر کی کوئی خاص ہیئت بنانا بھی ایسا ہی ہے جیسے خود اُس شخص کی طرف اُس وصف کو منسوب کرنا مثلاً مخدرات کی تصاویر کو بے پردہ ظاہر کرنا۔ فی صحیح البخاری غزوۃ الفتح عن ابن عباس رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم ابی ان یدخل البیت وفیہ الآلہۃ فامر بہا فاخرجت فاخرج صورۃ ابراھیم واسمٰعیل فی ایدیہما من الازلام فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قاتلہم اللہ لقد علموا ما استقسما بہا قط ثم دخل البیت الحدیث۔

اگر چہ وہ نقص یا عیب واقع میں بھی اُس میں ہو تب بھی اُس کی غیبت باقسامہا حرام ہے اور اگر واقع کے خلاف ہو تو غیبت سے بڑھ کر وہ بہتان ہے۔ عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ فقال رجل

Marfat.com

ارایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ ما تقول فقد بھتّہ (جمع الفوائد عن ابی داؤد والترمذی)

اور جس کی طرف کوئی نقص یا عیب منسوب کیا گیا ہے اگر علاوہ مسلمان ہونے کے اس میں اور کوئی وجہ بھی احترام کی ہو جیسے سلاطین اسلام میں ان کی اہانت اور زیادہ موجب انتقام خداوندی ہے۔ الحدیث من اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ اللہ (ترمذی)۔

اور جس کی تنقیص یا اہانت مذموم ہے اس کی طرف جو چیزیں خصوصیت کے ساتھ منسوب ہیں اُن کی اہانت کا بھی وہی حکم ہے جیسے اُن کی بیبیاں وغیرہ چنانچہ کفار عرب حضرات صحابہ کی بیبیوں کے نام اپنے اشعار میں عشق بازی کے عنوان سے ذکر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اذیٰ میں شمار فرمایا۔ فی الجلالین ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم الیھود والنصاریٰ ومن الذین اشرکوا من العرب اذی کثیرا من السب والتشبیب بنسائکم

اور زوجیت یا قرابت کی نسبت تو بڑی چیز ہے استعمال کی نسبت ... کافی ہے جیسے کسی کے استعمالی کپڑے میں عیب نکالنا۔ فی احیاء العلوم بیان معنی الغیبۃ ... ثوبہ فکقولک انہ واسع الکم طویل الذیل وسخ الثیاب۔

اور اگر وہ تصویر کسی مشتہاۃ کی ہو تو نظر بد کی معصیت کا ارتکاب اور ... تو صاحب تصویر کی پوری حکایت ہے اجنبیہ کے تو کپڑے کو بھی بد نظری سے دیکھنا حرام ہے۔

فی رد المحتار باب الحظر والاباحۃ۔ مفادہ ان رؤیۃ الثوب بحیث یصف حجم العضو ممنوعۃ ولو کثیفا لا تری البشرۃ منہ وفیہ فی بحث النظر الی الاجنبیۃ ... بخلاف النظر لانہ انما منع منہ خشیۃ الفتنۃ والشھوۃ وذلک ... قال العورۃ ان النظر الی ملاءۃ الاجنبیۃ بشھوۃ حرام

بالخصوص اگر غیر مسلموں کو خاتون مسلمات کی تصاویر کی طرف نظر ... سے لطف اندوز کرنا شریعت میں ایک گناہ ہے ... نص الحدیث ... مواد بہ عورت مسلم بلکہ ایسے موقع پر تو ان ہی ان ... امر شدید ہے ... محل بحث ہو گا اور جس کو مسلمان کے مرتد بنانے کی اور اسلام اور قرآن پر طعن کرنے کی اور ... سازش کرنے کی برابر قرار دیا گیا ہے۔ نمونے کے طور پر اس کے متعلق ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔

فی الدر المختار فصل الجزیۃ قلت ومذہب الشافعیۃ ما فی المنہاج وشرحہ لابن حجر ولو زنی بمسلمۃ او اصابہا بنکاح او دل اہل الحرب علی عورۃ المسلمین او فتن مسلما عن دینہ او طعن فی الاسلام والقرآن الخ۔

اور ان سب سے بڑھکر شناعت میں وہ صورت ہے جس میں مقتدایانِ دین کی اہانت ہو کہ درحقیقت وہ اہانت اسلام کی ہے جس کا تحمل کسی طرح طبعاً اور شرعاً ممکن نہیں۔

فی جمع الفوائد عن الکبیر عن ابی امامۃ رفعہ ثلثۃ لایستخف بہم الا منافق ذو الشیبۃ فی الاسلام وذو العلم وامام مقسط وفیہ عن الترمذی عن عبد اللّٰہ بن مغفل مرفوعاً اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی من اذاہم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰہ ومن اذی اللّٰہ فیوشک ان یاخذہ۔

اور جب ایسی فلموں کے قبائح معلوم ہوگئے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ بقدر اپنی قدرت کے گو وہ قدرت حکومت سے استعانت ہی کے طور پر ہو ان کے انسداد میں کوشش کریں اور تماشہ دیکھنے والوں کو ان قبائح پر مطلع کر کے شرکت سے روکیں ورنہ اندیشہ ہے کہ سب عقاب خداوندی میں گرفتار ہوں۔

ابوداؤد مرفوعاً ما من قوم یعمل فیہم بالمعاصی ثم یقدرون علی ان یغیروا ثم لا یغیرون الا یوشک ان یعمہم بعقاب (مشکوۃ)

اور جب ساکتین کے لئے یہ وعید ہے تو ترغیب دینے والے کس درجہ کی وعید کے مستحق ہوں گے

روی ابوداؤد عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا عملت الخطیئۃ فی الارض من شہدہا فکرہہا کان کمن غاب عنہا ومن غاب فرضیہا کان کمن شہدہا ای باشرہا وشارک اہلہا۔

اشرف علی

۱۰ شعبان ۱۳۵۰ھ ہجری نبوی

تمت الرسالۃ

یہ کتاب ونیز دیگر ہر قسم کی دینی مذہبی درسی وغیرہ درسی کتابیں اور قرآن مجید ہر قسم وپارے بکفایت ملنے کا پتہ دار الاشاعت کراچی

جمادی الثانیہ ۱۳۶۷ھ

Marfat.com

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا

رفع الخلاف عن حکم فونوغراف

یعنی

فونوگراف کے شرعی احکام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ولا سیما علیٰ سید الخلق المجتبیٰ ومن بہم اہتدیٰ۔ مسلمانوں کا ہر حرکت وسکون اور عادت وعبادت چونکہ ایک مذہبی قانون کیساتھ وابستہ ہے اس لئے جب کوئی نئی ایجاد انکے سامنے آتی ہے تو مسلمان ہونیکی حیثیت سے انکا فرض ہوتا ہے کہ وہ اسکی طرف ہاتھ اور قدم بڑھانے سے پہلے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کے تمام مضار ومنافع پر نظر ڈالیں اور اسکے بعد اسکے استعمال یا عدم استعمال کا فیصلہ کریں۔

گراموفون امریکہ میں ایجاد ہوا اور پھر اسلامی دنیا میں پھیلا تو اسنے بھی فقہی ذخائر میں سوالات کا اضافہ کردیا جن کے جوابات علمائے لکھے اور بعض طبع بھی ہوئے۔

حال ہی میں میرے مخدوم ابن مخدوم جناب حافظ محمد یعقوب صاحب نبیرہ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ نے احقر کو اس موضوع پر مفصل تحریر لکھنے کا امر فرمایا۔ مجھے باوجودیکہ اپنی علمی کم مائیگی پیش نظر تھی لیکن اپنے مخدوم کے ارشاد کی تعمیل کو باعث سعادت سمجھکر یہ مختصر مقالہ ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

فونوگراف کے متعلق فقہی سوالات اور ان کے جوابات تحریر کرنے سے پہلے چند مفید معلومات فونوگراف کے متعلق ذکر کی جاتی ہیں جو علاوہ دلچسپی کے اصل مسئلہ کی تحقیق میں بھی بہت کچھ مفید ثابت ہوں گی۔

فونوگراف کیا ہے اور کیسے ایجاد ہوا | فونوگراف ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنی کاتب صوت (آواز لکھنے والا) کے ہیں

Marfat.com

ہیں۔ دورِ حاضر میں اس آلہ کا موجد امریکہ کے مشہور فاضل اڈیسون کو بتایا جاتا ہے جو کان کی قوت سامع اور اس کے ذریعہ سے ادراک اصوات پر غور کرتے کرتے اس عجیب و غریب نتیجہ پر پہنچا ہے (دیکھو دائرۃ المعارف للعلامۃ فرید الوجدی)۔

لیکن قدیم تاریخ میں یونانی فلسفہ کے علمبردار افلاطون الٰہی کے حالات میں بھی ہم ایک ایسے آلہ کا ذکر پاتے ہیں جو گراموفون کی طرح تمام انسانی آوازوں کا عکس اُتارتا تھا۔ اگرچہ یہ تفصیل معلوم نہیں ہوسکی کہ افلاطون نے اس آلہ کو کن اصول پر ایجاد کیا اور کس کس چیز سے ترکیب دی۔ اور یہ کہ فاضل اڈیسون نے اسی کی نقل اُتار کر اسکی ایجاد کا سہرا اپنے سر کرلیا یا مستقل طور پر ایجاد کرتے ہوئے توارد خواطر ہوگیا۔ بہرحال تاریخ قدیم پتہ دیتی ہے کہ اس آلہ کا پہلا موجد افلاطون ہے۔ اور یہ کہ اس زمانہ کے سلاطین و امراء اس کو گراموفون کی طرح لہو و لعب میں نہیں بلکہ سلطنت و سیاست کی بڑی بڑی مہمات میں استعمال کرتے اور نہایت مفید نتائج حاصل کرتے تھے وہ جس گفتگو اور جن مقالات کو زیادہ اہم سمجھتے تھے اسکے ضبط کرنے میں کتابت کی جگہ اس آلہ سے کام لیکر ہر قسم کی تحریف و جعل سازی وغیرہ کے خطروں سے مامون ہوجاتے تھے

آج عدالتوں میں مدعی اور مدعا علیہ اور انکے گواہوں کے بیانات اور انپر جرح اور بحث پھر عدالت کے فیصلوں کے لئے نہایت اہتمام سے مسلیں بنتی ہیں اور سینکڑوں اوراق سیاہ کیے جاتے ہیں اور ایک مستقل عملہ اس کام کیلئے رکھنا پڑتا ہے اسپر بھی یہ مسلیں جعل سازی اور تحریف و تغیر سے ہرگز مامون نہیں ہوتیں

اُس زمانہ کے سلاطین اور حکام یہ کام بھی اکثر اسی آلہ سے لیتے تھے جسکے ذریعہ عدالت ماتحت کی تمام کارروائی عدالت عالیہ کے سامنے ایسی صاف واضح ہوتی تھی کہ گویا وہ خود اس مقدمہ کی سماعت میں شریک تھی اور نہ کسی کا کوئی لفظ بدلا جا سکتا ہے اور نہ کسی کو اس سے انکار کرنیکی مجال باقی رہتی ہے۔ (ازالۃ الوہم للعلامۃ محمد بخیت المصری رئیس المجلس العلمی بمحکمۃ مصر الکبریٰ الشرعیہ صفحہ ۱۲)۔

دوسری بات اس جگہ یہ قابلِ غور ہے کہ :۔

فونوگراف میں حاملِ صوت ہوا بھری ہوتی ہے یا وہ ازخود کلمات قطع کرتا ہے

اسکے متعلق عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ریکارڈ میں حاملِ صوت ہوا بھری ہوئی ہوتی ہے اور وہ ہی بطور آواز بازگشت کے رسانی دیتی ہے لیکن اس آلہ کی اصل حقیقت اور اسکے اصول ایجاد پر نظر کرنیکے بعد یہ خیال بالکل غلط ثابت ہوتا ہے جیسا کہ دورِ حاضر کے انسائیکلوپیڈیا اور دائرۃ المعارف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آلہ کی بنیاد ایک خاص قسم کی نلکی پر قائم کیگئی ہے جسکے وسط میں ایک دھات کا پردہ اور پس پردہ ایک قطعہ لوہا رکھا جاتا ہے اور اسکے مقابل ایک پن لگائی جاتی ہے جب آواز کی متحرک و کثیف ہوا نلکی کے راستہ سے اس پردہ پر

پہنچتی ہے تو اسکو اُسی قدر دباتی اور کھولتی ہے جسقدر ہر حرف کیلئے مناسب ہے یعنی جس طرح انسانی مخارج
الفاظ کی بست وکشاد سے حروف اور کلمات پیدا ہوتے ہیں مثلاً میم کے ادا کرنے کیلئے دونوں ہونٹ
بالکل بند کرنے پڑتے ہیں اور واؤ کے لئے کچھ بند کرنے ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ آواز کی تموجات
دوسرے آلات کی امداد سے اس پردہ کو ٹھیک اسیقدر دباتی ہے جس سے حروف کا صحیح مخرج
پیدا ہوجاتا ہے اور اس پردہ کے دبنے سے وہ پن جو اسکے ساتھ رکھی گئی ہے قطعہ توتیا پر نشان
دیتی ہے اور اسمیں تمام کلمات کی صورتیں منقوش و مطبوع ہوجاتی ہیں پھر اس طبع شدہ قطعہ توتیا کے ذریعہ کی
نلکی اور پردہ وغیرہ کی امداد سے دوبارہ ویسی ہی آواز جب چاہیں پیدا کیجا سکتی ہے۔ موجد اس ایجاد کی مفصل کیفیت
اور ایسے آلات ترکیب کے باستیعاب بیان کرسکتا ہے۔ اور نہ ہماری غرض اس سے متعلق ہے ہمیں صرف یہ دکھلانا تھا
کہ فونوگراف کی آواز صدا بازگشت کیطرح نہیں بلکہ جسطرح انسانی زبان اور منھ کی حرکت سے ہوا میں
اہتزاز و تموج پیدا ہوکر کلمات بنتے اور مسموع ہوتے ہیں اسی نظریہ پر فونوگراف کی بنیاد رکھی گئی
یعنی حروف کلمات کو اسی ترکیب سے پیدا کیا جاتا ہے اور اسی لئے اس آلہ کا نام بھی فونوغراف [illegible] رکھا جاتا

تمہیدی امور میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری چیز اس کی تحقیق کرنا ہے کہ :-

فونوگراف آلات طرب و مزامیر میں سے ہے یا نہیں یہ بحث کسی قدر غور طلب ہے اسلئے کہ اسمیں دو پہلو ہیں اور
دونوں کیلئے کچھ کچھ قرائن و شواہد موجود ہیں اور مسئلہ کی بعض جزئیات کا فیصلہ اسی تحقیق پر موقوف
ہے کیونکہ اگر اس کو آلات معازف و مزامیر میں داخل سمجھا جاوے تو [illegible] مباح کا سننا بھی اس
ذریعہ سے مطلقاً ناجائز ہوجاتا ہے جیسے دوتارہ ستار اور ہارمونیم پر [illegible] نظم یا [illegible] اشعار کا
گانا بھی اسی طرح ناجائز ہے جیسے ناجائز غزلوں اور فحش کلام کا۔

اور اگر یہ ثابت ہوا کہ اپنی اصل میں محض آلہ حکایہ صوت ہے جیسے [illegible]
اور گانے بجانے میں اسکا استعمال اتفاقی طور پر ہوگیا تو سارے [illegible]
اسکی جس پلیٹ میں کوئی ناجائز آواز مثل عورتوں کے گانے یا معازف مزامیر [illegible] سارنگی وغیرہ
کی آوازیں بھری ہوں وہ تو اپنی اصل کی طرح ناجائز و حرام ہیں اور جس پلیٹ میں کوئی [illegible]
[illegible] اگر بقصد لہو ولعب سنتا ہے تو مکروہ ہے اور اگر کسی غرض صحیح [illegible] لہو ولعب [illegible]
نہیں [illegible] بہرحال آلہ مباح ہو [illegible] آلہ کے ذریعہ سے سننے کا جواز یا عدم جواز اس
پر موقوف ہے کہ یہ آلہ مثل آلات معازف و مزامیر دوتارہ ستار [illegible] سارنگی وغیرہ کے ہے یا اصل [illegible]
سننے کیلئے ایجاد ہوا اور [illegible] اتفاقی طور پر [illegible] مزامیر [illegible] لہو ولعب کا کام لے لیا

Marfat.com

چونکہ اس بحث میں دونوں پہلوؤں کے کچھ کچھ قرائن موجود ہیں اس لئے جانبین کے قرائن پیش کرنے کے بعد جانب راجح کے متعلق کچھ عرض کیا جائیگا۔

آلات طرب و مزامیر میں سے ہونیکی وجوہ

(۱) عام طور پر اسکا استعمال محض لہو و لعب اور گانے بجانے میں اسی طرح کیا جاتا ہے جیسے دوسرے آلات معازف و مزامیر کا۔ اور ارباب سماع جو حظ دوسرے مزامیر سے حاصل کرتے ہیں بعینہ وہی حظ اس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے یہ آلہ بھی مزامیر میں داخل ہونا چاہیئے۔

(۲) اور اگر عام مزامیر اور گراموفون میں یہ فرق کیا جائے کہ اسمیں دوسری آوازوں کی نقل کیجاتی ہے خود اسکی آواز مقصود نہیں ہوتی بخلاف جملہ مزامیر کے کہ وہ خود مقصود ہوتے ہیں۔ تو اسکے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ دوسرے آلات طرب میں بھی آوازوں کی نقل اُتاری جاتی ہے اور اسیوجہ سے ہندی مثل مشہور ہے (تانت باجی راگ پایا) یعنی دوتار کی تانت بجتے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ کیا گیت گانا ہے۔ بالخصوص ہارمونیم میں تو آواز کی صاف نقل ہوتی ہے گو بالکل فونوگراف کیطرح صاف نہ ہو الغرض جملہ مزامیر اور فونوگراف میں اسکے سوا کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا کہ مزامیر میں نئی آواز پیدا کیجاتی ہے اور فونو میں کسی پہلی آواز کی نقل ہوتی ہے اور یہ بعینہ ایسا فرق ہے جیسے قدیم طرز کی مصوری اور فوٹوگراف ایک محکی عنہ (واقع) کا تابع ہوتا ہے اور اسکے عکس کو جو غیر قایم تھا مسالہ کے ذریعہ سے قائم بنا دیتا ہے لیکن اس فرق کیوجہ سے جواز و عدم جواز میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا بلکہ فوٹو کی تصویر کو بھی عام تصویروں کی طرح شرعاً ناجائز قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ عکس جبتک عکس تھا جیسے آئینہ اور پانی میں ہوتا ہے اسوقت تک جائز تھا۔ اور جب مسالہ کے ذریعہ سے اسکو پائدار بنایا گیا تو یہی تصویر ہے اور اس طرح پائدار بنانا تصویر کشی ہے۔

اسی طرح یہاں ایک جائز کلام جب تک اپنی اصلی صورت میں تھا جائز تھا۔ اور جب اسی کلام کا عکس آلہ طرب میں اُتارا گیا تو یہی ایک تغنی و تلعب ہے اور ناجائز ہے غرض آواز کا جدید ہونے یا کسی آواز کی بعینہ نقل ہونے سے آلہ طرب کے جواز و عدم جواز میں کوئی فرق نہیں آتا۔

(۳) عام طور پر گراموفون کو بھی باجہ کہا جاتا ہے جیسے ہارمونیم وغیرہ کو یہ عرف عام بھی اسی کی دلیل ہے کہ یہ آلہ منجملہ آلات طرب و مزامیر ہے۔

یہ وجوہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گراموفون مزامیر میں داخل ہے۔

ع۵ : فوٹو کی تصویر کے متعلق مفصل تحقیق اور اس کا شرعی حکم نیز عام تصاویر کے متعلق شرعی احکام اور انکی عقلی حکمتیں احقر نے اپنے رسالہ التصویر لاحکام التصویر میں مکمل لکھی ہیں۔ یہ رسالہ مدار الاشاعت مولوی مسافرخانہ کراچی سے ڈیڑھ روپیہ میں ملتا ہے ۱۲

Marfat.com

فونوگراف کے درا صل محض آلہ حاکیہ ہونیکے وجوہ (۱) اسی تحریر کی ابتدا میں آپ معلوم کر چکے ہیں کہ اس آلہ کا پہلا موجد افلاطون ہے۔ اور نہ وہ لہو ولعب کا شوقین تھا اور نہ اس غرض کیلئے اسنے ایجاد کیا۔ اور نہ اُس زمانہ کے لوگوں نے اسے اس لغو مشغلہ میں استعمال کیا۔ بلکہ اس سے بڑے بڑے اہم کام لئے جس سے ثابت ہوا کہ یہ آلہ دراصل مزامیر میں سے نہیں اور اسکی اصل وضع لہو و لعب اور گانے بجانے کے لئے نہیں ہوئی۔

(۲) اس آلہ کا دوبارہ جنم (جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں) امریکہ کے مشہور فاضل اڈیسون کے ہاتھوں ہوا۔ جہانتک تحقیق سے معلوم ہوا اس جدید ایجاد کا اصلی مقصد بھی محض لہو ولعب نہ تھا بلکہ ایک کام کی چیز ایجاد کرنا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اڈیسون کی قسمت میں وہ خوش نصیب لوگ نہ تھے جو اسکو اچھے مصرف میں استعمال کرتے اور افلاطون کی طرح اس کے لئے ایک بہترین یادگار بنا دیتے

(۳) جو چیز اصل سے جائز ہو اور کسی مفسدہ پر مبنی نہ ہو۔ اگر لوگ عام طور پر اسے لہو ولعب اور ناجائز کاموں میں استعمال کرنے لگیں تو اس سے اسکو معاذ اللہ مزامیر میں شمار نہیں کیا جا سکتا دیکھئے اگر کسی وقت ٹیلیفون کے ذریعہ عام لوگ گانا مع مزامیر سننے سنانے لگیں تو ٹیلیفون کو مزامیر میں داخل نہ سمجھا جائیگا اور آج بھی بہت آدمی گھڑا بجا کر میر گاتے ہیں مگر اسکی وجہ سے گھڑے کو کسی نے مزامیر میں شمار نہیں کیا۔ اسی طرح بعض آدمی محض تالیاں بجا کر گاتے ہیں مگر اسکی وجہ انسان کے ہاتھوں کو مزامیر نہیں کہا جا سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات میں تالی بجانے کی اجازت ہی نہیں بلکہ امر تک فرمایا گیا ہے۔ نماز کے [illegible] کرنے کیلئے مرد کو سبحان اللہ کہنا اور عورت کو ہاتھ پر ہاتھ [illegible]

حاصل یہ ہے کہ کسی چیز کو اتفاقی طور پر لہو ولعب [illegible] مزامیر میں داخل ہونا لازم نہیں آتا۔ اسلئے گراموفون کو بھی اگر عام طور [illegible] وہ اس سے مزامیر میں شمار نہ ہوگا جبکہ اُس کی اصل وضع اس [illegible]

(۴) فونوگراف اور دوسرے مزامیر کا فرق اسیر [illegible] کہ اس میں حکایت صوت [illegible] مزامیر میں صوت جدید پیدا کی جاتی ہے بلکہ یہ فرق وجوہ ماسبق [illegible] پیش کیا گیا [illegible] صوت جدید ہونے [illegible] مزامیر [illegible] نہیں وہ فونوگراف [illegible] فونوگراف پر قیاس کرنا [illegible] نہیں [illegible] اور صورت جاندار کی [illegible] بنانا [illegible]

Marfat.com

(۵) قول نوٹ فرمائیں باجہ نام رکھدینا کسی چیز کی حقیقت کو نہیں بدلتا۔ دوسرا اسکے عرف عام ہونے میں بھی کلام ہے۔ گراموفون کو باجہ بھی کہا جاتا ہے مگر عام طور پر لہو و لعب کے استعمال کی وجہ سے لوگوں نے اسکا نام باجہ رکھدیا ہو تو عرف کے ہونے میں بھی کلام ہے اس وجہ سے بحث کا فیصلہ غور طلب ہوجاتا ہے لیکن حضرت حکیم الامت مجدد الملت سیدی و سندی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے مسئلہ پیش ہونے پر جو فیصلہ احقر کے ایک عریضہ کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے وہی احق بالقبول ہے جسکو بغرض تحصیل برکت حضرت کی اصل عبارت میں نقل کیا جاتا ہے۔ وھی ھذہ:

"اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ (یعنی اس آلہ کا مزامیر سے ہونا) غیر مسلم ہے اسلئے کہ ملاہی (مزامیر محرم) وہ ہیں جہاں خود ان ملاہی کی صوت (آواز) بخصوصہا مقصود ہو گو نیں کوئی خاص لہجہ بھی منضم کرلیا جاوے جیسا ہارمونیم میں ایسا انضمام ہوجاتا ہے اور گراموفون میں خود اس آلہ کی صوت بخصوصہ مقصود نہیں بلکہ مقصود اصل صوت محکی عنہ ہے جسکا اس آلہ کے ذریعہ سے محفوظ کرکے اعادہ کیا جاتا ہے، اسکی دلیل یہ ہے کہ گراموفون میں جو صوت (آواز) بند کرکے پیدا کیجاتی ہے اگر اصل محکی عنہ (یعنی جسکی آواز ہے) پر قدرت ہوجاوے تو پھر اس آلہ کیطرف اسوقت التفات بھی نہ کیا جاوے بخلاف ہارمونیم وغیرہ کے کہ ایسے وقت بھی اس سے قطع نظر نہیں کی جاتی۔ اور راز اسکا یہ ہے کہ گراموفون کی خصوصیت نے اس صوت (آواز) میں حظ (لذت) نہیں بڑھایا لہذا اصل کے ہوتے ہوئے اسکا قصد نہیں کیا جاتا۔ اور ہارمونیم کی خصوصیت کو حظ خاص میں دخل ہے جو سادہ استماع میں مفقود ہے اسلئے اصل کے ہوتے ہوئے بھی اس کا قصد کیا جاتا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ یہ ان ملاہی میں سے نہیں جنکی صوت بخصوصہا مقصود ہوتی ہے اور حرمت ایسے ہی ملاہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ کما ذکر"

حاصل یہ ہے کہ مزامیر اور آلات طرب میں خود ان آلات کی آوازیں بھی مقصود ہوتی ہیں اگرچہ انکے ذریعہ سے کسی خاص کلام کی بھی نقل اتارلی جائے۔ اور گراموفون کی آواز خود مقصود نہیں ہوتی بلکہ اصل ہی کا استماع مقصود ہوتا ہے۔ اسلئے اس آلہ کو ملاہی محرمہ اور مزامیر میں داخل نہیں کیا جاسکتا ہے

گراموفون کے شرعی احکام

چونکہ عموماً اس آلہ کے متعلق سوالات ذیل پیش آتے ہیں انکا جواب نمبروار عرض کیا جائیگا۔

(۱) گراموفون میں عام راگ، مزامیر اور عورتوں کا گانا وغیرہ سننا شرعاً کیسا ہے؟

(۲) کوئی مباح نظم یا نثر اس آلہ کے ذریعہ تفریحاً سُننا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔

(۳) کسی ضروری اور مفید کلام کو اس آلہ کے ذریعہ سے ضبط کر لینا اور پھر سُننا جائز ہے [illegible]

(۴) گراموفون میں قرآن مجید سُننا اور سُنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) اسمیں جو قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اسکے وہی احکام ہیں جو عام تلاوتِ قرآن [illegible]

(۶) اسمیں اگر کوئی آیت سجدہ تلاوت کر دیجائے تو سُننے والوں پر سجدہ لازم ہوگا یا نہیں

(۷) اسکے جس پلیٹ (ریکارڈ) میں قرآن مجید کی کوئی سورت محفوظ ہو اسکو بلا وضو چھونا جائز [illegible]

الجواب

(۱) جس آواز کا سُننا اصل سے حرام ہے اسکو گراموفون میں سُننا بھی قطعاً [illegible]

عورتوں کا گانا اگرچہ بلا مزامیر ہو اور مردوں کا گانا مع مزامیر اور باجے [illegible]

کی غیبت یا بہتان یا کوئی جھوٹی بات جسطرح سے سُننا سُنانا حرام ہے [illegible]

بھی اتفاقاً و اجماعاً حرام [illegible]

(۲) جو کلام [illegible]

[illegible]

وجہ ممانعت موجود نہ ہو مثلاً کسی زمانہ میں اسکا عام استعمال لہو ولعب میں نہ رہے یا کسی ملک یا کسی خاص شہر میں ایسا ہو جائے تو وہاں اپنے اصلی حکم پر جائز سمجھا جائیگا۔

(۳) کوئی ضروری اور مفید کلام جو شرعاً ناجائز نہ ہو اور اسکا بعینہ لب و لہجہ کیساتھ نقل کرنا مقصود ہو۔ اس آلہ کے ذریعہ سے اسکا محفوظ کر لینا اور پھر اعادہ کرنا جائز ہے جیسے افلاطون کے زمانہ کے حالات میں آپ بذیل تمہید معلوم کر چکے ہیں کہ اس زمانہ کے حکام تمام عدالتی کارروائی کی مسلوں کے بجائے اس آلہ سے کام لیکر ہر قسم کی تحریف وجعلسازی کے خطرات سے مامون ہو جاتے تھے۔ اور اسمیں ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ بہت سے کلام وہ ہیں جو محض لب ولہجہ کے ذرا سے تغیر سے بالکل الٹ جاتے ہیں۔ اس آلہ کے ذریعہ سے چونکہ لب ولہجہ بھی محفوظ ہو جاتا ہے اسلئے اسمیں اسکی بھی گنجائش نہیں رہتی کہ کوئی شخص اسی طرح اپنی بات کو بدلدے مثلاً ایک ہی لفظ ہے "کیا بات ہے"، یہ لفظ جب بلا ضغطہ زبان بولا جائے تو استفہام اور استفسار کا ایک جملہ ہے اور جب اسی لفظ کو ذرا ضغطہ اور تفخیم کیساتھ بولیں تو یہی ایک چیز کی بڑائی اور عظمت شان کا بیان ہو جائیگا۔ عرف میں کہا جاتا ہے "سبحان اللہ کیا بات ہے" اور اسی لفظ کو جب کسیقدر ضغطہ زبان کیساتھ بلا تفخیم تنغیم بولا جائے تو یہی جملہ تحقیر اور توہین کا جملہ ہو جاتا ہے کہتے ہیں کہ وہ بھی بات کیا ہے۔ دیکھو یہ ایک ہی کلام ہے جو تعظیم کیلئے بھی ہو سکتا ہے اور توہین کیلئے بھی اور استفہام بھی بن سکتا ہے اور اسکا امتیاز محض لہجہ کلام پر موقوف ہے جسکو کاغذات میں نقل کرنا دشوار ہے۔ اس قسم کے تغیرات سے بھی وہ تقریر مامون ہو سکتی ہے جو اس آلہ میں محفوظ ہو۔

الغرض اگر کوئی ضروری اور مفید مضمون اس آلہ کے پلیٹ میں محفوظ ہو جو بغیر اس آلہ کے نہیں دستیاب نہیں ہو سکتا اس قسم کے مضامین کو سننا جائز ہے مگر مناسب ہے کہ مجمع عام میں مجلس آرائی کے ساتھ اس طرح نہ سنے جس طرح عام اہل تغنی وتلہی سنتے ہیں بلکہ خلوت میں سنے تاکہ اہل تشابہ لازم نہ آئے (۴) قرآن مجید کو گراموفون میں بھرنا اور سننا سنانا سب ناجائز ہے۔

اوّل تو اس لئے کہ عام مباح کلام کو بھی بلا ضرورت اسمیں سننا جائز نہیں جیسا کہ جواب ۲ کے تحت میں مفصل گذر چکا ہے تو قرآن مجید کو اسمیں سننا بدرجہ اولی ناجائز ہوگا کیونکہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کو گراموفون میں بھرنے کی کوئی ضرورت نہیں اسلئے وہ صورت مذکورہ نمبر ۳ کے تحت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا دوسرے اسلئے کہ اگرچہ گراموفون قرآن پڑھنا لہو ولعب کے تحت میں داخل نہیں لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ بے ضرورت کوئی کلام اسمیں بھرنا اور سننا ایک قسم کا لہو ولعب ہے۔ اور اگر لہو ولعب مقصود نہ ہو تب بھی تشبہ ہے لہو ولعب کے ساتھ۔ اور لہو ولعب اگرچہ مباح کلام میں کسی وقت جائز بھی سمجھا جاوے تو ظاہر ہے کہ قرآن

Marfat.com

کی ساتھ کسی وقت اور کسی حال میں جائز نہیں ہو سکتا، کیوں کہ تلاوت قرآن مجید عبادت ہے، اور عبادت کو ذریعہ لہو ولعب بنانا سخت حرام ہے،

نیز یہ ایک قسم کی بے ادبی ہے کلام الٰہی کی کہ لہو ولعب کے موقع پر یا لہو ولعب کی صورت سے اس کی تلاوت کی جائے، یہ تو قرآن مجید اور کلام الٰہی ہے، فقہاء نے تو مطلقاً سبحان اللہ یا الحمد للہ وغیرہ الفاظ کو بھی ایسے موقع پر کہنے کو ناجائز لکھا ہے، جہاں مقصود تسبیح و تحمید نہ ہو، بلکہ کوئی دوسرا کام مقصود ہو جیسے سوداگر کسی چیز کو فروخت کرنے کے وقت خریدار سے کہتے ہیں سبحان اللہ کیا اچھی چیز ہے چونکہ یہ سبحان اللہ محض اپنی چیز کی رونق بڑھانے کے لئے بولا گیا ہے اس لئے ناجائز ہے، اسی طرح بچوں کو سلانے کے وقت جو اکثر عورتیں اللہ اللہ کرتی ہیں فقہاء نے اس کو اسی لئے ناجائز فرمایا ہے کہ یہ ذکر اللہ بے محل ہے ان جزئیات پر نظر کرنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر بالفرض لہو ولعب بھی نہ ہو تب بھی قرآن مجید کا اس آلہ میں سننا جائز نہ ہوگا، کیونکہ بے محل بے موقع ہے اور اگر ذرا انصاف سے حالات کا معاینہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آجکل قرآن مجید کا ریکارڈ بھی محض تفریح طبع کے لئے ایسا ہی رکھا جاتا ہے جیسے مختلف قسم کے گیت اور مختلف گانیوالی فواحش کی آوازیں رکھی جاتی ہیں، کس قدر غیرت کا مقام ہے کہ قرآن مجید کی پلیٹ بھی رنڈیوں کے گانے کے ساتھ ہم پلہ کرکے رکھی جائے، اور جہاں ابھی ابھی گوہر جان اور منی جان کی مجلس رقص و سرود گرم تھی وہیں اب محض ذائقہ بدلنے کے لئے قاری صاحب کی آواز بھی شروع کردی جاتی ہے، گراموفون کے مسئلے سے علاحدہ ہوکر اگر اصل واقعہ میں بھی ایسا کیا جاتا کہ مجلس رقص و سرود میں مختلف رنڈیوں اور قوالوں کے ذیل میں قاری صاحب کو بھی موقع دے کر نوازا جاتا، تو کس مسلمان کی غیرت اور حمیت تقاضا کرتی کہ وہ اس طرح قرآن مجید سنے اور سنائے، اور کیا یہ قرآن مجید کی توہین نہ تھی (نعوذ باللہ منہ)

تعجب ہے کہ علامہ شیخ محمد نجیب مصری ازہری کو یہ کھلی ہوئی قباحت اور قرآن مجید کو ذریعہ لہو ولعب بنانا سمجھ میں نہیں آتا، اور محض اتنی بات سے کہ یہ آلہ اصل سے مزامیر میں داخل نہیں، قرآن مجید کا اس میں پڑھنے کو جائز کر دیتے ہیں اور اس پر نظر نہیں فرماتے کہ اول تو آجکل گراموفون کا استعمال کرنے والے ننانوے فی صدی وہی لوگ ہیں جو اس سے محض مزامیر اور رقص و سرود کا کام لیتے ہیں، اور اگر بالفرض کوئی خدا کا بندہ ایسا نہ ہو اور اس کا مقصد محض قرآن مجید ہی سننا ہو تو اول تو [illegible] تکذیب کرتا ہے، [illegible] کہ اگر قرآن ہی سننا مقصود تھا تو قرآن سنانے والے ہر جگہ ہر شہر میں اور ہر [illegible] خدا کے فضل سے بکثرت موجود ہیں، ان سے کیوں نہ سن لیا، اور یہ کہ کسی خاص قاری کی آواز سننا مقصود ہے تو یہ شرعاً مطلوب نہیں، دوسرے تو اس سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو اس کے نمونی استعمال [illegible] لہو کے ساتھ

Marfat.com

یقیناً پیدا ہوتا ہو اس لئے بھی قابل ممانعت ہے، جیسا کہ فقہاء نے شربت یا چائے کے برتنوں کو دسترخوان پر شراب کے برتنوں کی طرح رکھنے کو ناجائز فرمایا ہے،

لطیفہ:۔ اور عجیب بات یہ ہو کہ اس آلہ کے موجد عیسائیوں نے بھی شاید اس کا احساس کیا کہ کلام الٰہی اس کے ذریعہ سے سننا سنانا ایک قسم کا لہو و لعب ہو، اسی لئے آج تک نہیں سنا گیا کہ کسی عیسائی نے انجیل کی کوئی سورت یا کسی یہودی نے توارت کی کچھ آیتیں اس میں بند کی ہوں، یہ ہمارے آزاد خیال مسلمانوں ہی کا طرۂ امتیاز ہو کہ انھیں اس کی پرواہ نہیں،

خلاصہ یہ ہو کہ قرآن مجید کا فونوگراف میں سننا سنانا چند گناہوں پر مشتمل ہو، اوّل تو مطلقاً لہو و لعب، دوسرے قرآن مجید کو ذریعہ لہو و لعب بنانا جو سخت ترین حرام ہے، تیسرے لہو و لعب کی مجلسوں میں فواحش کے گانے بجانے کے ذیل میں تفریح طبع کے لئے اس کا تلاوت کرنا، بلا گراموفون کے بھی ناجائز ہے، اور گراموفون میں بدرجہ اولیٰ حرام ہے **جواب (۵)** تمہیدی مقدمات میں آپ معلوم کرچکے ہیں کہ یہ آلہ بھی کلمات و حروف کو اسی طرح قطع کرتا ہو جس طرح انسانی زبان، اس لئے گراموفون میں جو آواز سنائی دیتی ہے وہ قرآن ہی کے احکام رکھتی ہے، مثلاً اس آواز کو بُرا کہنا یا اس کا استہزاء کرنا یا اس کے قرآن ہونے سے انکار کرنا وغیرہ اسی طرح جائز نہیں جس طرح خارج میں تلاوتِ قرآن کے ساتھ جائز نہیں، یہ دوسری بات ہو کہ قرآن مجید کو اس میں بند کرنا اور پھر اس طرح سننا سنانا گناہ ہے، اور یہ بالکل ایسا ہو جیسے کوئی (جنبی) غسل کی حاجت والا آدمی قرآن مجید پڑھنے لگے یا کوئی شخص معاذ اللہ بیت الخلاء میں قرآن مجید پڑھنے لگے، تو اس شخص کا یہ فعل تو سخت گناہ اور حرام ہو، مگر جو آواز اس کی زبان سے نکل رہی ہے اُس کے قرآن ہونے کا انکار نہیں کیا جاسکتا، **جواب (۶)** گراموفون میں اگر کوئی آیت سجدہ پڑھی جائے تو اس سے سجدہ واجب نہیں ہوتا کیونکہ فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ سامع پر وجوب سجدہ کے لئے یہ شرط ہو کہ پڑھنے والے میں خود بھی وجوب سجدہ کی اہلیت و صلاحیت ہو گو بالفعل اُس کے ذمہ واجب ہو یا نہ ہو اسی وجہ سے سونے والے آدمی یا مجنون مطبق کی زبان سے اگر آیت سجدہ نکل جائے یا کسی جانور طوطے وغیرہ کو آیت سجدہ سکھادی جائے تو ان سب صورتوں میں اس کے سننے والے پر سجدہ واجب نہیں ہوتا، کیوں کہ اُن میں اہلیت وجوب سجدہ کی نہیں ہو بخلاف حیض و نفاس والی عورت کے کہ اگر وہ آیت سجدہ پڑھ دیں تو گو اس وقت اُن کے ذمہ سجدہ واجب نہ ہوگا، مگر اُن میں اہلیت وجوب موجود ہونے کی وجہ سے سننے والوں پر سجدہ واجب ہوجائے گا، جیسا کہ شامی و درمختار کی عبارات ذیل ثابت ہوتا ہو ذکر شیخ الاسلام انہ لا یجب بالسماع من مجنون او نائم او طیر لان السبب سماع تلاوۃ صحیحۃ وصحتہا بالتمیز ولم یوجد الخ (شامی استنبول ص۲ جلد ۱) اور درمختار

Marfat.com

میں تصریح ہے کہ آواز بازگشت سے یا کسی جانور سے اگر آیت سجدہ کسی نے سن لی، تو اس پر سجدہ واجب نہیں کیونکہ جس کی آواز سنی ہے وہ خود وجوب سجدہ کی اہلیت نہیں رکھتا، درمختار میں ہو لا تجب بسماعہ من الصدیٰ والطیر (درمختار) (سجدۂ تلاوت آواز بازگشت سے نیز کسی جانور سے سننے سے واجب نہیں ہوتا)

اب ظاہر ہے کہ گراموفون بھی وجوب سجدہ کی اہلیت نہیں رکھتا، اس لئے اس کا بھی یہی حکم ہوگا اس کے ذریعہ آیت سجدہ سن لی تو سجدہ واجب نہ ہوگا **جواب (۷)** گراموفون کے جس ریکارڈ (پلیٹ) میں قرآن مجید کی کوئی آیت محفوظ ہو اس کو بلا وضو چھونا جائز ہے، کیونکہ وہ قرآن مجید کے حکم میں نہیں، اور نہ آیات وکلمات اس میں اس طرح لکھے ہوئے ہیں جس طرح عام طور پر لکھا جاتا ہے، اور اس کے اندر قطعہ تونیا پر جو کچھ حروف کے مخارج کندہ ہوتے ہیں اُن کی وجہ سے ریکارڈ کو قرآن کا حکم نہیں دیا جاسکتا، واللہ اعلم بالصواب والیہ المتاب فی کل باب والحمد للہ اولہ واخرہ وظاہرہ وباطنہ وبعزتہ وجلالہ تتم الصالحات،

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند [illegible]

تصدیقات اکابر علماء

تصویب سیدی حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی

بعد الحمد والصلوٰۃ میں مؤلف رسالہ ہذا کا ممنون ہوں کہ انھوں نے یہ رسالہ مجھ کو اظہار رائے کی غرض سے دیا مگر دیکھنے سے خود مجھ کو بعض فوائد زائدہ حاصل ہوئے یہ تو اظہار شکر ہے اور اب اظہار رائے کرتا ہوں کہ ماشاء اللہ بہت [illegible] ہے اور تحقیقات میں وافی اور شبہات کے لئے شافی ہے حسب استدعا مؤلف سلمہ اس کو رفع الخلاف [illegible] سے ملقب کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کو مقبول ونافع فرماوے اور مؤلف سلمہ کو اس کے امثال [illegible]

کتبہ اشرف علی [illegible]

اقول وباللہ التوفیق ہذا التحقیق حقیق بالقبول واقرب الی الصواب فی ہذا الباب [illegible] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب،

کتبہ الاحقر [illegible]

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ مولانا محمد شفیع صاحب کے رسالہ جدیدہ کا مطالعہ موجب نشاط [illegible] قلب ہوا تحقیقات عجیبہ اور قواعد شرعیہ کی تحریر کے بعد اشارۂ اکابر کو مشعل راہ بنا کر فیصلہ [illegible] فرمایا ہے [illegible] مؤلف ممدوح کی دیگر مؤلفات کی طرح اس کو بھی قبول عام منجانب اللہ عطا ہو،

[illegible]

Marfat.com

كلمة القوم

فى

الانجكشن فى الصوم

يعنى

روزہ میں انجکشن کا شرعی حکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل جو انجکشن کے ذریعہ دوا بدن میں پہنچائی جاتی ہے یہ مفسد صوم ہے یا نہیں، ادلۂ شرعیہ سے جواب عنایت فرمایا جاوے۔

الجواب: ڈاکٹروں نے تحقیق کرنے اور تجربے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انجکشن کے ذریعہ دوا جوف عروق میں پہنچائی جاتی ہے، اور خون کے ساتھ شرائین یا اوردہ میں اس کا سریان ہوتا ہے، جوف دماغ یا بطن میں بلا واسطہ دوا نہیں پہونچتی اور فساد صوم کے لئے مفطر کا جوف دماغ یا جوف بطن میں پہنچنا ضروری ہے، مطلقاً کسی عضو کے جوف میں یا عروق (شرائین و اوردہ) کے جوف میں پہنچنا مفسد صوم نہیں، لہذا انجکشن کے ذریعہ سے جو دوا بدن میں پہونچائی جاتی ہے مفسد صوم نہیں، فقہاء کی عبارتیں دو طرح پر تقریباً بلکہ حقیقۃً اس دعوی کی تصریح کرتی ہیں، اول تو یہ کہ فقہاء نے زخم پر دوا ڈالنے کو مطلقاً مفسد نہیں فرمایا، بلکہ جائفہ یا آمہ کی قید لگائی ہے، کیونکہ انھیں دو قسم کے زخموں سے دوا جوف دماغ یا جوف بدن کے اندر پہنچتی ہے، ورنہ جوف عروق کے اندر تو دوسری قسم کے زخموں سے بھی دوا پہونچ جاتی ہے، دوسرے بہت سی جزئیات فقہیہ مسلمات فقہاء میں سے ایسی ہیں جن میں دوا وغیرہ مطلقاً جوف بدن میں تو پہنچ گئی، لیکن چونکہ جوف دماغ یا جوف بطن میں نہیں پہونچی، اس لئے اس کو مفطر و مفسد صوم نہیں قرار دیا، جیسے مرد کی پیشابگاہ کے اندر دوا یا تیل وغیرہ چڑھانے سے باتفاق ائمہ ثلثہ روزہ فاسد نہیں ہوتا، کما صرح بہ الشامی حیث قال وافاد انہ لو القی فی قصبۃ الذکر لا یفسد اتفاقا ولا شک فی ذلک شامی ج ۲ ص ۳۰

ومثلہ فی الخلاصۃ صفحہ ۲۵۳ ج ۱ نقلا عن ابی بکر البلخی رح اگر دوا مثانہ تک پہونچ جائے تب بھی امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک مفسد صوم نہیں، اور حضرت امام ابو یوسف جو مثانہ میں پہونچ جانے پر مفسد قرار دیتے ہیں وہ بھی اس بناء پر کہ ان کو یہ معلوم ہوا کہ مثانہ اور معدہ کے درمیان منفذ ہے جس سے دوا معدہ میں پہونچ جاتی ہو ورنہ نفس مثانہ میں پہونچے کر وہ بھی مفسد نہیں فرماتے اسی لئے صاحب ہدایہ نے اس اختلاف کی تحقیق فرمایا ہے فکانہ وقع عند ابی یوسف ان بینہ وبین الجوف منفذ اولھذا یخرج منہ البول ووقع عند ابی حنیفۃ ان المثانۃ بینھا حائل والبول یترشح منہ وھذا لیس من باب الفقہ [illegible] ابن ہمام اس کی شرح میں فرماتے ہیں، یفید انہ لا خلاف لو اتفقوا علی تشریح العضو فان قول ابی یوسف بالافساد انما ھو علی بناء قیام المنفذ بین المثانۃ والجوف الی قولہ قال فی شرح الکنز وبعضہم جعل المثانۃ نفسہا جوفا عند ابی یوسف وحکی بعضہم الخلاف [illegible] فی قصبۃ الذکر ولیس بشئ انتہی اسی طرح اگر کان میں پانی ڈالے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا کما صرح بہ فی الدر المختار والخلاصۃ حالانکہ کان بھی ایک جوف ہے اسی طرح اگر کوئی گوشت وغیرہ کو ایک تاگے میں باندھ کر نگل جاوے اور پھر کھینچ لے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا کما قال فی الخلاصۃ وعلی ھذا لو [illegible] عنبا مربوطا بخیط ثم اخرجہ لا یفسد صومہ خلاصہ [illegible] ومثلہ فی [illegible] الھندیۃ ص [illegible] ولفظہ ومن ابتلع لحما مربوطا علی خیط ثم انتزعہ من ساعتہ لا یفسد [illegible] فسد کذا فی البدائع اور اگر مطلق جوف بدن میں کسی شے کا پہونچنا مفسد [illegible] اور مثانہ تو بدرجہ اولیٰ جوف ہو کان اور حلق بھی جوف [illegible] ہوا کہ مطلقا جوف بدن میں مفطر چیزوں کا پہونچنا مفسد صوم نہیں بلکہ [illegible] بلکہ جوف دماغ بھی اس میں اصل نہیں وہ بھی اس وجہ سے لیا گیا [illegible] بذریعہ منفذ جوف معدہ میں پہونچ جانا عادۃ اکثریہ ہو جیسا کہ صاحب بحر کی [illegible] البحر والتحقیق ان بین جوف الراس وجوف المعدۃ منفذا اصلیا [illegible] من الشامی ص ۱۰۲ ج ۲ اس عبارت میں اس مفسد کی بالکل تصریح ہو گئی [illegible] بطن ہو یا جوف دماغ سے چونکہ بطن میں پہنچنا لازمی ہے اس لئے اس [illegible] مفسد قرار دیا ہے [illegible] حقنہ وغیرہ کو جا بجوف المعدہ مفسد کہا گیا ہے فتاویٰ [illegible] اما الحقنۃ والوجور فلانہ وصل الی الجوف ما فیہ صلاح [illegible] لانہ وصل الی الراس ما فیہ صلاح البدن [illegible]

پہنچنا مفسد صوم ہے وہ جوف معدہ اور جوف دماغ ہے مطلقاً جوف مراد نہیں اور خلاصۃ الفتاویٰ کی عبارت اس مضمون کے لئے بالکل نص صریح ہے، وھی ھذہ وما وصل الی جوف الرأس والبطن من الاذن و الانف والدبر فھو مفطر بالاجماع وفیہ القضاء وھی مسائل الاقطار فی الاذن والسعوط والوجور والحقنۃ وکذا من الجائفۃ والآمۃ عند ابی حنیفۃ اسی طرح عالمگیری کے الفاظ بھی اس کے قریب ہیں وفی دواء الجائفۃ والآمۃ اکثر المشائخ علی ان العبرۃ للوصول الی الجوف والدماغ (عالمگیریہ مطبوعۃ الھند ص۲۰۳ ج ۱) اور بدائع کی عبارت ان سب سے زیادہ اس مضمون کے لئے اصرح وواضح ہے وھی ھذہ وما وصل الی الجوف او الی الدماغ من المخارق الاصلیۃ کالانف والاذن والدبر بان استعط او احتقن او اقطر فی اذنہ فوصل الی الجوف او الی الدماغ فسد صومہ واما اذا وصل الی الدماغ لانہ لہ منفذ الی الجوف فکان بمنزلۃ زاویۃ من زوایا الجوف الی قولہ واما اذا وصل الی الجوف او الی الدماغ من غیر المخارق الاصلیۃ بان داوی الجائفۃ والآمۃ فان داواھا بدواء یابس لا یفسد لانہ لم یصل الی الجوف ولا الی الدماغ ولو علم انہ وصل یفسد فی قول ابی حنیفۃ بدائع ص۹۳ ج ۲۔ ھذا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب والی اللہ المتاب فی کل باب،

کتبہ الاحقر محمد شفیع غفرلہ خادم دار الافتاء دار العلوم دیوبند ۱۱ ربیع الاول ۵۶ھ

الجواب صحیح: وھو نادر منذ برھۃ من الزمان اشرف علی لہ تھانہ بھون ۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ	الجواب صحیح بندہ اصغر حسین عفی اللہ عنہ مدرس دار العلوم دیوبند
الجواب صحیح۔ حسین احمد غفرلہ صدر مدرس دار العلوم دیوبند	الجواب صحیح، محمد اعزاز علی غفرلہ مدرس دار العلوم دیوبند

تنبیہ:۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مفسد صوم وہ چیز ہے جو جوف معدہ یا دماغ میں پہنچ جائے اور انجکشن کے ذریعہ جو دوا پہنچائی جاتی ہے وہ رگوں کے اندر رہتی ہے بلاواسطہ جوف معدہ یا جوف دماغ میں نہیں جاتی اس لئے مفسد نہیں ہے، اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ انجکشن سے جس طرح دوا دوسرے اعضاء میں پہنچائی جاتی ہے اسی طرح دماغ اور معدہ میں بھی پہنچائی جاتی ہے، کیونکہ معدہ اور دماغ میں بذریعہ انجکشن دوا پہونچنے کی صورت یہ ہے کہ جرم معدہ و دماغ میں جو شرائین اوردہ (رگیں) ہیں اُن کے اندر دوا پہنچتی ہے قعر معدہ یا جوف دماغ میں نہیں پہنچتی جو مفسد صوم ہوتی، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم،

کتبہ الاحقر محمد شفیع عفا اللہ عنہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

Marfat.com

ہوائی رُویتِ ہلال کی شرعی حیثیت

کراچی میں ۱۹۵۵ء کے ہلال رمضان بعض لوگوں نے ہوائی جہاز میں پرواز کر کے ہوائی جہاز میں دیکھنے کا اہتمام کیا، اور اس رویت کی بنا پر کراچی میں روزہ کا اعلان ہوا، اس پر اطراف پاکستان و ہندوستان وغیرہ سے مختلف قسم کے سوالات آئے اور اہل علم نے اس پر اشکالات کا اظہار کیا، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ہوائی رُویت ہلال کی شرعی حیثیت کو واضح کر دیا جائے،

اسلام ایک دین فطرت اور عالمگیر مذہب ہے، اس کے احکام عالم، جاہل، خواندہ، ناخواندہ، مرد، عورت پر یکساں حاوی ہیں، اس کے احکام جس طرح حکماء و فلاسفہ اور علماء محققین امراء و سلاطین کے لئے ہیں، اسی طرح وہ جنگلوں اور پہاڑی دروں میں بسنے والے وحشی انسانوں کے لئے بھی اور ایسے لوگوں اور خطوں کے لئے بھی ہیں جن میں جدید آلات نہ میسر ہیں نہ وہ اُن کا استعمال کر سکتے ہیں، دوسری طرف عبادات اسلامیہ میں اس کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے، کم از کم عبادت اور عبادت گاہوں میں یکسانیت ہو، امیر و غریب کا امتیاز نہ ہو، ہر کلمہ گو مسلمان ایک ہی انداز سے عبادت کر سکے، عبادت کے وقت ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر محمود و ایاز کا منظر نظر آئے، حج میں لباس احرام کی یکسانیت، منیٰ، مزدلفہ، عرفات میں بلا امتیاز ایک ہی میدان میں قیام، نماز کی صفوف کی یکسانیت وغیرہ کھلے ہوئے شواہد ہیں، اس لئے اسلام میں تمام عبادات اور تمام اوامر و نواہی کی بنیاد ایسی سادگی پر رکھی گئی ہے جو ہر زمانہ، ہر ملک، ہر خطہ میں ہر مسلمان کو یکساں حاصل ہو، یہ نہ ہو کہ مالدار جدید آلات کے ذریعہ اپنی عبادات کو پورا کر سکیں اور غریب عبادت میں دیکھتے رہ جائیں، اس لئے اسلامی عبادات فلسفہ قدیم کی رہین منت تھیں نہ آج سائنس جدید اور اس کے آلات جدیدہ کی محتاج ہیں، نہ اس کے ادا کرنے میں کسی محقق فلسفی یا ماہر ریاضیات و نجوم کی ضرورت ہے، سمت قبلہ کا [illegible] فن ریاضی کا اور ہلال کے ذریعہ مہینہ کا شروع اور ختم فلکیات کا فنی مسئلہ تھا، مگر نبی امی فداہ ابی و امی صلی اللہ [illegible] مسلمانوں کو اس دھندے میں ڈالنے کے بجائے ان دونوں کے لئے یہ ہدایات دیں کہ [illegible] سرسری اور نظری طور پر اُن کا تعین کر لینا کافی ہے، رویت ہلال کے متعلق ارشاد ہوا [illegible]

فان غم علیکم فاقدروا ثلثین (رواہ مسلم) (یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر [illegible]) تیس دن کا قرار دو) جس کا حاصل یہ ہے کہ ریاضی کی تدقیقات اور ہیئت و نجوم کے حسابات میں پڑنے بغیر [illegible] پرا اپنی جگہ پر چاند دیکھنے کی کوشش کرے چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کر کے مہینہ ختم کریں، چاند دیکھنے کے لئے اہتمام بھی صرف اتنا کہ کسی ایسی جگہ جہاں مطلع قمر میں کوئی چیز حائل نہ ہو [illegible]

[illegible] سالت میں نہ کہ ہوائی جہاز تھے مگر مدینہ میں سلع پہاڑ سامنے کھڑا ہوا اس کے اوپر [illegible] لگا ہوا ہے، مکہ مکرمہ تو سب اطراف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اور جبل ابی قبیس [illegible] ہیں لیکن عہد رسالت میں یہ خلافت راشدہ اور قرون خیر میں کہیں نظر نہیں آتا کہ [illegible]

فرمایا ہو کہ لوگوں کو ان پہاڑوں کے کسی اونچے مقام پر چڑھ کر چاند دیکھنے کے بھیجا ہو، اس طرح اس عہد مبارک میں اگر ہوائی جہاز اور ریڈیو، ٹیلیفون نہ تھے، تو تیز رفتار سانڈنیاں موجود تھیں، جو رات دن دور تک کی خبریں بلکہ شہادتیں لا سکتی تھیں، مگر حکیم علما صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی پسند نہ کیا کہ سانڈنی سوار دوڑا کر مکہ سے مدینہ یا رابغ وغیرہ کی خبریں بہم پہنچائیں، شام اور مصر فتح ہونے کے بعد کوئی مشکل نہ تھی کہ وہاں کی شہادتیں ہر وقت سانڈنی سواروں کے ذریعہ مدینہ طیبہ میں جمع کر لی جائیں، مگر کہیں نظر سے نہیں گذرا کہ حضرات صحابہ نے اس کا اہتمام فرمایا ہو، اُن کا یہ طرز عمل اس کی کھلی علامت ہے کہ ان معاملات میں زیادہ اہتمام اور کاوش ان حضرات کو پسند ہی نہ تھی، یہ احتمال اُن خیار الخلائق کے بارے میں نہیں ہو سکتا کہ پسندیدہ اور افضل ہونے کے باوجود سستی سے اس پر عمل نہ کیا ہو، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی اس عملی تفہیم کا حاصل یہی تھا کہ ہر شہر والے سادگی کے ساتھ اپنی اپنی جگہ چاند دیکھنے کی کوشش کریں، نظر آئے تو مہینہ تیس دن کا سمجھیں، اتفاقی طور پر کسی دوسرے مقام کی شہادت آجائے تو اس کو قبول کریں، نہ آئے تو خواہ مخواہ خبریں اور شہادتیں بہم پہونچانے کی فکر میں نہ پڑیں،

عہد رسالت اور خلافت راشدہ اور قرون خیر کے اس تعامل کی بنا پر ہمارے نزدیک کسی طرح مستحسن اور پسندیدہ نہیں کہ ہوائی جہازوں میں اڑ کر چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جائے ۔ ولیکن میفرائے برمصطفیٰ ۔ تنبیہ، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اتفاقی طور پر کوئی ہوائی جہاز کا مسافر چاند دیکھ لے اور آکر شہادت دے تو اس کی شہادت قبول نہ کی جائے کیونکہ اس کی شہادت رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ کی ہوا میں گرد و غبار اور بخارات کی وجہ سے مستبعد نہیں کہ چاند نظر نہ آئے اور بلند جگہ پر ہوا صاف ہونے کی وجہ سے نظر آجائے کما قال الشامی وتقدیری الہلال من اعلی الاماکن مالا یری من الاسفل فلا یکون تفرده بالرویة خلاف الظاہر (ص ۱۲۷ ج ۲)

تمام شہروں میں رمضان یا عید ایک ہی کرنے کا کوئی شرعی اجر نہیں

تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانا نہ مسلمانوں پر لازم ہے نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت یا شرعی اجر ہے، اور نہ عادۃً ایسا ہو سکتا ہے، کیوں کہ مغربی اور مشرقی ممالک میں مسافت طویلہ کے بعد اختلاف مطالع کا وجود یقینی اور اس کا اعتبار جمہور کے نزدیک ثابت ہے اسی لئے عہد صحابہ میں رمضان و عید مدینہ میں کسی روز مکہ میں کسی روز شام میں کسی دن عراق و مصر میں کسی دن ہوتی تھی ان سب شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانے کا جو اہتمام اس زمانہ میں ممکن تھا حضرات صحابہ و تابعین نے اس کا بھی اہتمام نہیں فرمایا حضرت کریب کا واقعہ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ وہ مدینہ سے شام حضرت معاویہ کے پاس گئے تھے وہاں رمضان کا چاند جمعہ کی شب میں دیکھا اور سب نے جمعہ کا پہلا روزہ رکھا کریب جب واپس مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن عباس نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے رمضان کا چاند کس روز دیکھا تھا انھوں نے عرض کیا کہ جمعہ کی شب فرمایا کہ آپ نے خود دیکھا تھا عرض کیا کہ ہاں میں نے بھی دیکھا اور حضرت معاویہ اور سب مسلمانوں نے بھی دیکھا اور سب نے جمعہ کا روزہ رکھا ابن عباس نے فرمایا لیکن ہم نے (یعنی اہل مدینہ نے) تو شنبہ کی رات میں چاند دیکھا ہے اس لئے ہم تو اتنے روزے رکھیں گے جب تک یہاں چاند نظر نہ آئے یا تیس دن پورے ہو جائیں حضرت کریب نے عرض کیا کیا آپ کیلئے حضرت معاویہ اور سب مسلمانوں کی رویت کافی نہیں فرمایا نہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے (مسلم شریف ص ۳۴۸ ج ۱) حضرت ابن عباس کا یہ فیصلہ خواہ اس بنا پر ہو کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کر کے ملک شام کی رویت کو اہل مدینہ کیلئے کافی نہیں سمجھا یا اس بنا پر کہ شہادت دینے والا تنہا حضرت کریب تھے اور ایک آدمی کی شہادت عید رمضان کیلئے کافی نہ سمجھی گئی بہرحال اس واقعہ سے اتنا ضرور ثابت ہوا کہ صحابہ کرام اس فکر میں نہ تھے کہ سب جگہ عید و رمضان ایک ہی دن میں کیا جائے اور اس کیلئے شہادتیں بہم پہنچانیکی فکر کریں ورنہ کیا مشکل تھا کہ پورے ماہ رمضان میں مدینہ کیلئے شام کی باقاعدہ شہادت حاصل

Marfat.com

کشف السجاف

عن

وجہ قذاف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد۔ سال گذشتہ ۱۳۳۲ھ یا ۱۳۳۳ھ میں جبکہ احقر اصطلاحی طالب علمی کی بھی پوری طرح فارغ نہیں ہوا تھا حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کا ایک مفصل مضمون تصویر اور فوٹو کے متعلق شائع ہوا جس کی تحقیق عامہ علماء و مفتیان سے مختلف تھی حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب سابق مہتمم دار العلوم نے احقر [illegible] جواب لکھنے کیلئے مامور فرمایا [illegible] طالب علم [illegible] لکھ سکتا تھا وہ لکھ کر موصوف کے حوالہ کر دیا [illegible] اسکو رسالہ القاسم میں شائع [illegible] اسکو مستقل رسالہ میں بنام التصویر لاحکام التصویر شائع کیا [illegible] صورت دیدی گئی اب [illegible] اس رسالہ کی [illegible] حضرت مولانا [illegible] [illegible] عنوان [illegible] آن میں یہ مسئلہ تصویر اور فوٹو [illegible] مولانا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

واللہ الموفق والمعین

فوٹو کے متعلق [illegible]

[illegible]

لہ یہ بحث [illegible]

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مضمون شراب کے متعلق ارشاد فرمایا ہے آج امت نے اسکو صرف شراب ہی میں نہیں بلکہ اکثر دوسرے محرمات میں بھی استعمال کر رکھا ہے۔ شریعت میں جس نام سے کسی چیز کو حرام کیا گیا ہے اُس پر نئی معاشرت کا رنگ و روغن چڑھا کر اور نام بدل کر بے خطر اُس کا استعمال کیا جاتا ہے اور اپنے نزدیک سمجھتے ہیں کہ اس حیلہ سے وہ خدائی گرفت سے بچ گئے اور حقیقت یہ ہے کہ ؎

کارہا با خلق آری جملہ راست　　با خدا تزویر و حیلہ کے رواست

اگر اُن کو چشمِ بصیرت نصیب ہو تو وہ مشاہدہ کر لیں کہ درحقیقت اس حیلہ نے اُن کو ایک گناہ کے بجائے دو گناہوں کا مجرم بنا دیا۔ ایک تو خود گناہ کا ارتکاب اور دوسرا اُس پر کسی قسم کی ندامت کا نہ ہونا اور تلافی و تدارک سے غافل۔ شراب کا نام اسپرٹ رکھکر جائز کر لیا گیا تو تصویر کشی کا لقب فوٹو گرافی رکھکر حلال کر لیا گیا۔ پرانے مزامیر و معازف کو چھوڑ کر اُس کی جگہ گراموفون اور ریڈیو نے لے لی۔ اور اس نام کی بدولت وہ بھی حرمت سے نکل گیا۔ سود کا نام منافع اور رشوت کا لقب حق الخدمت کر کے علانیہ اُس کا لین دین جاری ہو گیا۔ والی اللہ المشتکی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس وقت ہمارے زیرِ بحث "فوٹو اور فوٹو گرافی" کا مسئلہ ہے یہ بھی اُسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ شریعت نے تصویر کشی کو حرام قطعی اور اُس کے استعمال کو ناجائز قرار دیا تھا۔ دورِ حاضر کے روشن خیال مسلمانوں نے اُس پر ایک نیا رنگ چڑھایا پرانے طرز کی تصاویر کو چھوڑ کر اُس کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا اور نیا نام رکھ لیا اور حرمت و ممانعت کے فتووں سے بے خطر ہو کر بیٹھ گئے۔ افسوس کہ دورِ حاضرہ کے بعض علماء نے بھی تصویر کشی اور فوٹو گرافی میں کچھ فرق کر کے فوٹو گرافی کو حلال کر دیا ہے۔ ذیل میں اُن کے بیان کردہ وجوہِ فرق اور اُنکا جواب لکھا جاتا ہے تاکہ مسلمان مغالطہ سے بچ سکیں:۔ ۲

پہلی دلیل۔ جسکو سب سے بڑی دلیل کہا گیا ہے فوٹو کے جواز پر یہ پیش کی گئی ہے۔ "اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فوٹو عبادت کے کام میں نہیں آتے"۔ اول تو اسی میں کلام ہے کہ "فوٹو عبادت کے کام میں نہیں آتے" کیونکہ ہندوستان کے رہنے والے جانتے ہیں کہ آج بھی ہندوستان میں ایک فرقہ موجود ہے جو اپنے پیر کے فوٹو کی پرستش کرتا ہے اسکے علاوہ تصویر کا مبادی شرک و بت پرستی میں سے ہونا اسی پر موقوف نہیں کہ اُسکی اسوقت بھی عبادت ہوتی ہو۔ بلکہ وہ تصویر بھی مبادی شرک میں سے ہے جو اگرچہ اس وقت پوجی نہیں جاتی مگر آئندہ اُس کی پرستش کا احتمال قریب موجود ہو ورنہ عیسٰی اور مریم علیہما السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی وہ تصویریں بھی جو شروع شروع میں محض اُن کے یاد تازہ کرنے اور اپنے لئے ایک نمونہ باقی رکھنے کیلئے بنائی گئی تھیں مبادی شرک میں سے نہ رہیں گی۔ کیونکہ اُس وقت اُنکی عبادت کا خیال بھی نہ تھا۔ مگر ایک زمانہ کے بعد وہی تصویریں ذریعہ بت پرستی بن گئیں۔ اور اگر تسلیم ہی کر لیا جائے

Marfat.com

کہ فوٹو عبادت کے کام میں نہیں آتے اور نہ آئندہ آسکتے ہیں" تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ فوٹو کی تصویر مبادیٔ شرک میں سے (جو حرمت تصویر کے اسباب میں سے ایک سبب ہے) نہیں۔ مگر جب کسی چیز کی حرمت چند اسباب پر مبنی ہو تو ان میں سے کسی ایک سبب کا معدوم ہو جانا اس چیز کو حلال نہیں کر دیتا مثلاً ایک مجرم پر چند جرم عائد کئے گئے ہوں چوری ڈاکہ زنی قتل عمد توہین عدالت وغیرہ وغیرہ اگر صفائی کے گواہ اسکو قتل عمد سے بری ثابت کر دیں تو فقط اتنی بات سے وہ بالکل آزاد نہیں کر دیا جاتا بلکہ دوسرے جرموں کی سزائیں اس پر قائم کی جاتی ہیں۔ تصویر کا استعمال بھی جیسا کہ احقر کے رسالہ التصویر لاحکام التصویر میں مذکور ہے بہت جرائم کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے مبادیٔ شرک میں سے ہونا مشابہت کفار کا لازم آنا ملائکہ رحمت کو آنے سے روک دینا وغیرہ۔ اب اگر فرض کر لیا جاوے کہ فوٹو کی تصویر میں حرمت کا ایک سبب یعنی مبادیٔ شرک میں سے ہونا موجود نہیں تو اس سے کہاں لازم آیا کہ یہ تصویر بالکل حرمت سے آزاد ہو جائے کیا استعمال تصویر کے دوسرے اسباب جو فوٹو کی تصویر میں قطعاً موجود ہیں مثلاً مشابہت کفار اور ملائکہ رحمت کا بغض اسکی ممانعت کیلئے پھر بھی کافی نہیں۔ ہاں اس تقریر پر زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ عذاب میں تخفیف ہو جائے گی کہ وہ عذاب نہ ہو جو عبادت کی تصاویر رکھنے والے کو ہوگا اور یہ سب اس فرض پر مبنی ہے کہ فوٹو کی تصویر کو ذریعۂ شرک نہ مانا جاوے حالانکہ اسکی کوئی وجہ نہیں۔

دوسری دلیل۔ یہ ہے کہ فوٹوگرافی درحقیقت عکاسی ہے جس طرح آئینہ پانی اور دیگر شفاف چیزوں پر صورت کا عکس آجاتا ہے اور اسکو کوئی گناہ نہیں سمجھتا اسی طرح فوٹو کے شیشہ پر مقابل کا عکس آجاتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ آئینہ وغیرہ کا عکس پائدار نہیں رہتا اور فوٹو کا عکس مسالہ لگا کر قائم کر لیا جاتا ہے ورنہ فوٹوگرافی اختیاری [illegible]

جواب۔ اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات نے فوٹو کی تصویر کو آئینہ پانی وغیرہ کے عکس پر قیاس کیا ہے [illegible] آئینہ کے عکس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ایسی ہی فوٹو کی تصویر بھی ایک عکس ہے پھر اسکو کیوں حرام کہا جائے [illegible] کام لیا جائے تو واضح ہو جائیگا کہ یہ قیاس اصول قواعد شرعیہ کے قطعاً خلاف ہے اور ایک عالم کی شان [illegible]

[illegible] کا حکم یہ ہے کہ فوٹو کی [illegible]

[illegible] بیان کرتے ہیں [illegible]

[illegible] عکس [illegible]

[illegible] وقت تک وہ عکس [illegible]

حدود [illegible] تصویر [illegible] کیونکہ عکس صاحب عکس کا ایک عرض [illegible]

وغیرہ میں جب تک کہ ذی عکس ان کے مقابل رہتا ہے اس وقت تک عکس باقی رہتا ہے [illegible]

Marfat.com

ہٹ جائے تو عکس بھی اسکے ساتھ چلا جاتا ہے دھوپ میں آدمی کھڑا ہوتا ہے اور اسکا عکس زمین پر پڑتا ہے مگر اسکا وجود آدمی کے تابع ہوتا ہے جب تک وہ دھوپ میں رہتا ہے عکس بھی رہیگا۔ ساتھ چلتا ہے زمین سے کوئی علاقہ نہیں [illegible] قائم اور پائدار ہونا اسوقت تک ممکن نہیں جب تک کوئی مسالہ یا نقش اور رنگ کے ذریعہ اسکی تصویر نہ کھینچ دی جائے۔

حاصل یہ ہے کہ عکس جب تک مسالہ وغیرہ کے ذریعہ سے پائدار نہ کر لیا جائے اسوقت تک وہ عکس ہے اور جب اس کو کسی طریقہ سے قائم و پائدار کر لیا جائے تو وہ تصویر بن جاتا ہے۔ اور عکس جب تک عکس ہے نہ شرعاً اس میں کوئی حرمت ہے اور نہ کسی قسم کی کراہت خواہ وہ آئینہ یا پانی یا کسی اور شفاف چیز پر ہو یا فوٹو کے شیشہ پر ہو جب وہ اپنی حد سے گذر کر تصویر کی صورت اختیار کریگا خواہ وہ مسالہ کے ذریعہ ہو یا قلم و دوات نقش کے ذریعہ اور خواہ یہ فوٹو کے شیشہ پر ہو یا آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر اسکے ساتھ احکام وہی ہونگے جو تصویر کے متعلق ہیں غرض مسالہ لگا کر پائدار کرنے سے پہلے صورت کا عکس فوٹو کے شیشہ پر بھی ایسا ہی حلال اور جائز ہے جیسے آئینہ پانی وغیرہ میں اور مسالہ لگا کر آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر بھی عکس کا پائدار کر لینا ایسا ہی حرام و ناجائز ہے جیسا کہ فوٹو کے آئینہ پر۔ اگر کوئی مسالہ ایسا ایجاد کیا جائے کہ جب اسکو آئینہ پر لگا دیا جائے تو اسکے مقابل صورت اسی پر قائم ہو جائے یا کوئی شخص کسی صورت کو قلم وغیرہ سے آئینہ پر نقش کر دے تو اس آئینہ یا اس آئینہ کی صورت کا وہی حکم ہوگا جو تمام تصاویر کا ہے۔ ۴

ایک شبہ کا ازالہ ان حضرات نے فرمایا ہے کہ فوٹو گرافر اعضاء کی تخلیق و تکوین نہیں کرتا لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ اعضاء کی تخلیق و تکوین کے کیا معنی ہیں کیا صرف یہی کہ تصویر کا ایک ایک عضو کو بغیر کسی آلہ اور واسطہ کے اپنے ہاتھ سے بنایا جائے یا کسی آلہ کے ذریعہ بنانا بھی تخلیق و تکوین ہے۔ اگر تخلیق اسی کا نام ہے کہ کوئی آلہ درمیان میں نہ ہو تو وہ شخص بھی اعضاء کی تخلیق نہیں کرتا جو کسی مشین کے ذریعہ پلاسٹک یا کسی اور دھات کے مجسمے یا بت بناتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی تخلیق اعضاء کا مجرم نہیں ہو سکتا جو سانچے میں موم یا مٹی بھر کر مجسمہ ڈھالتا ہے بلکہ اس شخص پر بھی یہ جرم عائد نہیں ہو سکتا جو قلم سے تصویر بناتا ہے کیونکہ وہ بھی بلا واسطہ تخلیق اعضاء نہیں کرتا قلم درمیان میں حائل ہے اور اسوقت اس قاعدہ کی بنا پر فقط فوٹو گرافی ہی جائز نہیں ہوتی بلکہ [illegible] تمام تصویروں کا بنانا بھی حلال و طیب ہو جاتا ہے [illegible] تخلیق اعضاء کے حکم میں داخل ہے تو جس طرح [illegible] سے تصویر بنانا تخلیق [illegible] مسالہ کے ذریعہ فوٹو کے عکس کو پائدار کرنا بھی تخلیق [illegible] تصویر بنانا حرام ہے تو فوٹو کے عکس کو مسالہ لگا کر پائدار کرنا کیوں حرام نہ ہوگا اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ فوٹو گرافر اعضاء کی تخلیق و تکوین نہیں کرتا تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ فوٹو گرافی میں تشبہ بالخالق جو تصویر کشی کی حرمت کی اسباب میں سے ایک سبب ہے لازم نہیں آتا لیکن ابتدائے تحریر میں گذر چکا ہے کہ تصویر کشی کی حرمت فقط اسی ایک سبب پر مبنی

Marfat.com

نہیں بلکہ اس کے دو سبب اور بھی ہیں یعنی اتفاقیہ کا سبادی خرابی [illegible] اور مشابہت کفار کا لازم آنا اور یہ دونوں [illegible]
حرمت فوٹوگرافی میں بلاشبہ موجود ہیں اور میں عرض کر چکا ہوں کہ جب تک [illegible] ایک [illegible] موجود
ہوگا اس وقت تک یہ تصویر جائز نہیں ہو سکتی اس لئے تحقیق [illegible] فوٹوگرافی ناجائز ہونی چاہئے

تیسری دلیل ان حضرات نے یہ بیان کی ہے "موجودہ دنیائے اسلام کے تمام روشن خیال علماء [illegible]
فتاویٰ کے خلاف نہ ہو) [illegible] معلوم ہوتی ہے کہ فوٹوگرافی [illegible] اور [illegible]
قسطنطنیہ کے تمام اکابر ارباب علم [illegible] ہندوستان [illegible]

جواب تعجب ہے کہ وہ روشن خیال علماء [illegible]
[illegible] میں اسلام کا اتباع [illegible]
[illegible]
اور کیا افسوس کے قابل نہیں کہ جب [illegible] خیال کے موافق [illegible] تو حضرت [illegible]
[illegible]

"تصویر کا کھنچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے۔ یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور "الہلال" کو باتصویر نکالا تھا

میں اب اس غلطی سے تائب ہوچکا ہوں۔ میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہئے نہ کہ از سر نو اُن کی تشہیر کرنی چاہئے"۔

آپ سے فوٹو کھنچوانے کی درخواست کی گئی تھی جسکے جواب میں انھوں نے فوٹو کو تصویر میں داخل سمجھکر جیسا کہ وہ واقع میں داخل ہے، لکھا کہ "تصویر کھنچوانا، شائع کرنا، رکھنا سب ناجائز ہے"۔ جناب مولانا ابوالکلام تو نئی اصطلاح میں تاریک خیال نہیں، یہ تو اُنھیں حضرات میں سے ہیں جن کے فوٹو کو آپ حضرات کے نزدیک فوٹو کے جواز کا فتویٰ کہا جاتا ہے۔

خداوندعالم مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اسکی توفیق دے آمین۔

میری اتنی گذارشات سے انشاء اللہ تعالیٰ واضح ہوگیا کہ جن وجوہ کی بنا پر فوٹو اور فوٹوگرافی کو حلال اور جائز سمجھا جا سکتا تھا اُن میں کوئی ایک بھی قابل استدلال نہیں، اور اس ضعیف بنیاد پر ایک حرام صریح کو حلال کر دینا اتنی بڑی جسارت اور دلیری ہے کہ کسی خداترس مسلمان سے ممکن نہیں بلکہ بلاشبہ اُسی مضمون کی نظیر ہے جو بحوالہ حدیث اُوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اس اُمت کے کچھ لوگ نام بدل کر شراب پئیں گے بلاشبہ یہ بھی اُسی طرح تصویر کا نام بدلکر اُسکو حلال کرنا ہے۔ حق تعالیٰ مسلمانوں کو اس بلائے عظیم سے بچائے۔ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ۔

کتبہ احقر محمد شفیع غفرلہ۔ خادم دارالعلوم دیوبند۔ شعبان ۱۳۵۸ھ

اباحۃ التقطیف لثمرات الصنعۃ والتصنیف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

(از مولوی محمد ادریس صاحب نگرامی رفیق دارالمصنفین اعظمگڈھ)

سوال: مصنفین اپنی کتابوں کو رجسٹرڈ کراتے ہیں تاکہ کوئی دوسرا ان کتابوں کو شائع نہ کر سکے۔ شرعاً یہ رجسٹری جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ (۱) اپنی کسی تصنیف یا ایجاد کو رجسٹرڈ کراکہ دوسروں کو اُسکی اشاعت یا صنعت سے روکنا جائز نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کو کسی مباح تصرف سے روکنے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اسکا تصرف کسی غیر کی ملک میں بلا اُسکی اجازت کے ہو۔ دوسرے یہ کہ اس تصرف سے کسی شخص یا جماعت کا ضرر ہوتا ہو اور مسئلہ زیر بحث میں دونوں وجہ مفقود ہیں۔ اول تو اسلئے کہ تصنیف کو شائع کرنے والا یا ایجاد کو بنانے والا مصنف یا موجد کی کسی ملک میں تصرف نہیں کرتا۔ بلکہ کتابت خود کراتا ہے کاغذ خود مہیا کرتا ہے طباعت وغیرہ کی اُجرت خود دیتا ہے۔ اور نقل کرنے کے لئے جو کتاب لیتا ہے وہ بھی خرید کر یا کسی دوسرے مباح طریقہ سے۔ رہا حق تصنیف سو نہ وہ کوئی مال ہے نہ ملکیت کی صلاحیت رکھتا ہے۔

Marfat.com

البتہ موجودہ دورِ حکومت نے جس طرح اور بہت سی ناحق چیزوں کا نام حق رکھدیا ہے اسی میں یہ حقِ تصنیف وایجاد بھی داخل ہے اور وجہ ثانی اسلیے مفقود ہے کہ تصنیف کا شائع کرنے والا مصنف کو یا کسی دوسرے شخص کو شائع کرنے سے نہیں روکتا جو موجب ضرر ہو۔ البتہ دوسری جگہ شائع ہوجانے سے مصنف یا موجد کی گراں فروشی کے غلو کا انسداد ہوتا ہے کہ اس کی من مانی منفعت پر لوگ مجبور نہیں ہو سکتے۔ سو اول تو یہ ضرر نہیں عدم النفع بلکہ تقلیل النفع ہے اور ضرر اور عدم نفع میں فرق ظاہر ہے مبسوط شمس الائمہ کتاب السیر والجہاد میں اس کی تصریح ہے اور حکم مذکور ہے کہ کسی دوسرے کے ضرر کا سبب بننا جائز نہیں لیکن اگر ہمارے اپنے کسی کام سے کسی دوسرے کے نفع میں فرق پڑتا ہو اس کی اجازت ہے۔ اگر بازار میں ایک چیز کی متعدد دکانیں ہوجانے سے کسی کا نفع کم ہوجاوے یا بالکل نہ رہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دوسرے دکاندار نے اسکو ضرر پہنچایا۔ لہذا دوسروں پر حجر و ممانعت کی کوئی شرعی یا عقلی وجہ نہیں ہے۔

علاوہ ازیں مصنف اور موجد کا یہ قصد کہ دوسرے اسکو نہ چھاپیں اور نہ بنائیں صرف اسی لئے ہو سکتا ہے کہ معتاد نفع جو عام تاجر رکھتے ہیں اس سے زائد نفع مقرر کر سکے یا کم از کم یہ کہ اس چیز کی بیع و شراء کا پورا نفع صرف اسی کو ملے دوسرے لوگ اس جائز نفع سے محروم رہیں۔ سو یہ خود عامۃ الناس کا ضرر اور بجائے دوسروں پر ممانعت عائد ہونے کے اس پر ممانعت کا موجب ہے کیونکہ جس شخصی نفع سے عامۃ الناس کا ضرر ہو شریعت اس نفع کی اجازت نہیں دیتی احادیث صحیحہ میں اسکی بہت نظائر موجود ہیں مثلاً صحیحین میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ (نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تتلقی الرکبان وان یبیع حاضر لباد) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ غلہ وغیرہ کو شہر میں آنے سے پہلے دیہات و مزارع پر جاکر خرید لیا جاوے یا کوئی شہر والا گاؤں والوں کا دلال بنکر انکا مال فروخت کرے۔ کیونکہ اس صورت میں غلہ ایک شخص یا چند اشخاص کے قبضہ میں آجاتا ہے اور جو نرخ وہ رکھنا چاہیں عامہ کو اسکی پابندی لازم ہو جاتی ہے اور خود گاؤں والا شخص فروخت کرتا وہ ارزانی بند ہو جاتی ہے جس سے عامہ کو ضرر لازم آتا ہے اسیطرح دیہات کے لوگ [illegible] گھر ان کو واپس ہونے کی فکر میں عموماً مال کو ارزاں فروخت کر جاتے ہیں۔ اگر کوئی شہر والا انکا دلال بنکر [illegible] کا کاروبار جاری ہو تو دیہات کے لوگ بھی اپنا مال گراں فروخت کرینگے جو ضرر عامہ کو مستلزم ہے اسلئے حدیث مذکور میں اسکی ممانعت فرمادی گئی۔ اسیطرح احتکار غلہ کی ممانعت احادیث صحیحہ میں وارد ہے یعنی غلہ کو خرید کر بند کر دیا جاوے کہ گرانی کے وقت فروخت کرینگے یہ بھی بوجہ ضرر عامہ کے جائز نہیں۔ حالانکہ یہ تمام تصرفات اپنی ملک میں ہیں لیکن شریعت نے انکی اجازت نہیں دیا۔ پھر ایسی چیز جس سے اسکو ملکیت کا بھی تعلق نہ ہو اور وہ سبب ضرر عامہ کا ہو اسکی [illegible] کیا جا سکتا ہے اور جبر جائز سمجھا جاسکتا ہے جیسے تصنیف و ایجاد کی رجسٹری میں کہ دوسرا شخص اپنی ملک میں تصرف کرنے [illegible] مانع ہوتے ہیں حضرات فقہاء نے قرآن و حدیث سے استنباط کرکے ایک مستقل ضابطہ اسکا بنا دیا ہے جو ہدایہ و نظائر میں

العنوان [illegible] مذکورہ [illegible] کی بہت سی نظائر اس میں نقل کی گئی ہیں۔ الغرض ضرر عامہ کے ازالہ کیلئے بعض اوقات [illegible] ضرورت کے وقت حاکم شرعی کو اختیار ہو جاتا ہے کہ [illegible] کا نرخ مقرر کردے [illegible] کی اجازت ہو۔ (اشباہ والنظائر) تو وہ ضرر عام جسکے ازالہ کی خاطر یہی نہیں بلکہ عدم [illegible] نفع کو [illegible] تو کیا ہے کہ اسی ضرر عام کو شریعت اسلامیہ کس طرح باقی رکھ [illegible] غریب مفلس نظر آتا ہے نہ امیر کبیر [illegible] یہی ہے کہ شریعت اسلامیہ [illegible] عامۃ الناس کا حق مشترک تھی انکو سرمایہ پرست خود غرضوں اور انکے اعوان وانصار نے یا د [illegible] وہ اسکا مالک ہے [illegible] سرمایہ دار اور مزدور کی جنگ شروع ہو گئی [illegible] جس سے دوسری قسم کی آفات پیدا ہو گئیں۔ اور [illegible] اقتصادی نظام کو اختیار نہ کیا جاویگا کبھی یہ اضطراب رفع نہیں ہو سکتا اور [illegible] وقف عام کردی ہیں اُن کو شخصی [illegible] نہ اٹھانے دی جائے [illegible] تمام اشیاء مشکلات اور [illegible] تصنیف و ایجاد کا ناحق حق اٹھا کر [illegible] وہ معتدل اقتصادی نظام ہے جو امن عامہ کا کفیل ہو سکتا ہے [illegible] کہ درحقیقت حق تصنیف و ایجاد کوئی ایسی چیز نہیں جو مملوک ملک خاص ہو سکے ایک شخص ایک کتاب یا کوئی نئی ایجاد دیکھکر اپنی ملک اور اپنی محنت سے اُس کی نقل اُتارے تو اُس کو روکنا ایک امر مباح کو روکنا ہے جسکا وہ شخص حقدار تھا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ روکنا ظلم ناروا ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

تنبیہ: بعض حضرات یہ عذر کرتے ہیں کہ رجسٹری کرانے میں مصلحت یہ ہے کہ تاجر لوگ تجارتی نفع کی خاطر تصنیف کو غلط اور مسخ کرکے چھاپ دیتے ہیں جس سے مصنف کا مقصد اصلی فوت ہو جاتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں مصنف کو شرعاً یہ حق پہنچتا ہے کہ ایسی طرح مسخ و تحریف کرکے چھاپنے والے پر یہ دعویٰ کرے کہ اس نے میری طرف ایسی چیز کو منسوب کیا جو فی الواقع میری نہیں ہے اسلئے اسکو [illegible] ممنوع قرار دیا جائے اور آئندہ احتیاط پر مجبور کیا جائے لیکن مطلقاً اشاعت کی ممانعت کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر محمد شفیع عفا اللہ عنہ دیوبند [illegible] ذی القعدہ [illegible]

سوالاتِ عدیدہ

دلالاتِ جدیدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد۔ رسالہ البدائع المفیدہ کی طبع ثانی کے وقت مناسب معلوم ہوا کہ بہت سے آلات جدیدہ کے متعلق مفید سوال وجواب جو سیدی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے حوادث الفتاوی وغیرہ میں مذکور ہیں اُن کو بھی شامل رسالہ کر دیا جاوے کہ سبب مزید اضافہ ہے۔ چنانچہ اُن کو بالفاظہا نقل کیا جاتا ہے۔ واللہ سبحانہ ولی النفع والتوفیق

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
جمادی الثانیہ ۱۳۶۳ھ

تحقیق سواری بائیسکل

سوال۔ بائیسکل گاڑی پر سوار ہونا کیسا ہے۔ ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا تھا تو انہوں نے جائز فرمایا اب مجھ کو مناسب غیر مناسب ہونے کا خیال ہے البتہ اس سواری میں دو باتیں ہیں۔ ایک عمدہ اور ایک بُری۔ عمدہ یہ کہ راستہ جلد ختم ہو جاتا ہے۔ بُرائی یہ ہے کہ اس پر سوار ہونے سے وہ انکساری نہیں ہوتی جو پیادہ چلنے میں پائی جاتی ہے۔؟

الجواب۔ اس سواری میں گو ظاہر اً تشبہ کا بھی شبہ ہو سکتا تھا مگر عند التامل اسکا عام ... مزیل ہے اب صرف یہ عارض اس میں محتمل رہا کہ اس سے عجب پیدا ہوتا ہے سو اسکا مقتضی یہ ہے کہ جس کو عجب ہو اس کیلئے یہ حرج نہیں البتہ بعض مباحات صلحاء وثقات کے مناسب حال نہیں ہوتے سو بحالت موجودہ یہ سواری ایسی ضرور معلوم ہوتی ہے لہذا اقرب نا والی ہے جبکہ صرف مصلحت کا درجہ ہو ضرورت کا نہ ہو اور اگر ضرورت ہو کہ مسافت زیادہ ہے اور وقت کم یا دوسری سواری میں صرف زیادہ ہوگا تو اس صورت میں خلاف اولیٰ بھی نہیں۔ ۲۳ صفر ۱۳۳۵ھ

کنویں کے نل کی ناپاکی

سوال۔ آج کل جو یہ آہنی نل جو کنویں کا کام دیتے ہیں ایجاد ہوئے اگر انکے اندر کوئی شخص پیشاب وغیرہ ڈال دے تو آیا یہ ناپاک ہو جاتے ہیں یا نہیں اور بر تقدیر شق اول انکے پاک کرنے کی کیا صورت ہے۔؟

جواب۔ فی الدر المختار ینزح کل مائہا الذی کان فیہا وقت الوقوع بعد اخراجہ الا اذا تعذر

الیٰ قولہ وان تعذر نزح کلہا فیقدر ما فیہا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی ۲۱۸ تا ۲۲۰۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ نجاست کا واقع ہونا کنوئیں میں اُسکو نجس کر دیتا ہے سو اس میں بھی جب نجاست گرے گی ناپاک ہو جاویگا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وقوعِ نجاست کے وقت جس قدر پانی ہو اُس قدر نکالدینے سے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ پس اس بنا پر نل کے اندر جس قدر پانی ہے اُس کے نکال دینے سے وہ پاک ہو جاویگا اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ نل کے نیچے زمین میں سے پانی کی آمد ہوتی ہے تو کیا وہ ناپاک نہ ہوگا۔ بات یہ ہے کہ وہ پانی ایسا ہے جیسا متعارف کنوؤں میں بھی علاوہ بھرے ہوئے پانی کے اُبلنے والا پانی ہوتا ہے مگر چونکہ وہ فی البیر نہیں ہے اُسکا اعتبار نہیں اسی طرح جو پانی بالفعل اس آہنی کنوئیں کے اندر نہ ہو گو بطور آمد کے نیچے سے بذریعہ مسامات ارض کے اُس کے اندر آجاتا ہو وہ معتبر نہیں البتہ اگر تجربہ سے یہ ثابت ہو جاوے کہ اُس نل کی جڑ میں پانی مجتمع رہتا ہے تو اسکو نجس کہیں گے اور تخمینہ سے جب اس قدر نکل جاوے کنواں پاک ہو جاوے گا۔ اور عبارتِ مذکورہ سے اگر یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر اُس آہنی کنوے میں ایسی نجس چیز گر جاوے جو نکل نہ سکے تو اُس کا نکالنا معاف ہے پھر اس میں دو صورتیں ہیں یا تو وہ چیز ذی نجاست ہے جیسے ناپاک لکڑی یا ناپاک کپڑا یا عین نجاست ہے جیسے مردار کی بوٹی صورتِ اُولیٰ میں بلا انتظار معاف ہے صرف پانی نکالنے سے پاک ہو جاوے گا۔ اور صورتِ ثانیہ میں اتنی مدت تک انتظار کریں کہ گمان غالب ہو کہ وہ مٹی ہو گیا ہو پھر پانی نکال دیں۔ فی الدرالمختار بعد قولہ الا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فی ردالمحتار واشار بقولہ متنجسۃ الی انہ لا بد من اخراج عین النجاسۃ میتۃ وخنزیر اھ قلت فلو تعذر ایضا ففی القہستانی عن الجواہر لو وقع عصفور فیہا فعجزوا عن اخراجہ فما دام فیہا فنجسۃ فتترک مدۃ یعلم انہ استحال وصار حماۃ وقیل مدۃ ستۃ اشہر اھ جلد ۱ صفحہ ۲۱۹

سوال از انگلستان از اخبار مدینہ بجنور یکم فروری ۱۹۱۷ء

ذبح بطریق جدید

سوال خیال یہ پیدا ہو رہا ہے کہ جانور کو ذبح کے وقت بہت ہی کم تکلیف پہنچے اور ذبح کا کوئی ایسا طریق اختیار کیا جائے جس میں یہ امر حاصل ہو جائے اس غرض کے لئے ایک رائل سوسائٹی بنائی گئی ہے اور ذبح ہونے والے جانوروں کو تکلیف سے بچانے کے لئے ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے جانور کو بیہوش کر دیا جائے اور بے حسی کی حالت میں اس کو ذبح کیا جائے۔ اگر کوئی مسلمان اس حالت کے بعد جانور کو اپنے طریق پر ذبح کرے تو کیا ایسا جانور ذبح سمجھا جائے گا۔ جانور کے بے حس کئے جانے سے جانور مر نہیں جاتا۔ اُسکی نبض برابر قائم رہتی ہے۔ اگر جانور مر جائے تو دل کی حرکت بند ہو جانے سے نبض بند ہو جائے گی اور خون کا حصہ جسم میں رہ جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ لہذا اسی حالتِ بیہوشی میں ذبح کرنے والا شاہ رگ کو کاٹ کر خون خارج کر سکتا ہے ایسے جانور بھی ذبح ہوئے ہیں جو بذریعہ آلہ کئی منٹ تک بیہوش پڑے رہنے

بعد ذبح کئے گئے اور کافی خون نکلا۔ بہرحال استفتاء کی صورت یہ ہے آیا اگر کوئی جانور ذبح کرنے سے پہلے بیہوش کر دیا جائے یعنی اُس کو درد کا احساس نہ رہے اور اس کے بعد ذبح کیا جائے ایسی صورت میں کہ اُس کے دل کی حرکت بھی قائم رہے اور نبض بھی اُس کی چلتی رہے اور ذبح بھی اسلامی طریق پر کیا جائے تو کیا ایسا جانور ذبیحہ سمجھا جائے گا۔ ممکن ہے کہ عنقریب یہاں (یعنی انگلستان) کا یہ قانون ہو جائے کہ کوئی جانور ذبح نہ ہو جب تک اس کو آلہ مذکورہ سے بے ہوش نہ کیا جائے۔ اس امر کی ابھی پوری اطلاع نہیں کہ وہ آلہ کس قسم کا ہے اور اس کو کس طرح استعمال کیا جاتا ہے آیا اس سے جانور کے کسی حصہ پر ضرب لگائی جاتی ہے یا کسی نشہ کی چیز سے اسے بے ہوش کیا جاتا ہے۔

جواب یہاں دو مقام پر کلام ہے ایک یہ کہ ایسی حالت میں ذبح کرنے سے جانور حلال ہوگا [illegible] بیہوشی کی [illegible] حلت کے منافی نہیں اور حیات پوری [illegible] باقی ہے اس لئے [illegible] جانور حلال ہو جاوے گا [illegible] ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت [illegible] وجدت حیاتہ عند الذبح [illegible] علمت حیاتہ مطلقا [illegible] تحرکت او خرج الدم وھذا [illegible] یتحقق [illegible] المریضۃ [illegible] بقوله [illegible] وھذا الاشتباہ [illegible] خفیفۃ [illegible] لقوله تعالیٰ [illegible] فیہ [illegible] فی شرح المختار [illegible] بعد [illegible] وفتح [illegible] عن الحیوۃ [illegible] او خرج الدم ای کما یخرج من الحی [illegible] وھو ظاہر الروایۃ [illegible] وعلیہ الفتوی [illegible] دوسرا کلام یہ ہے کہ [illegible] سوال میں [illegible] یہ دیکھنا ہے کہ اس آلہ سے آیا اس جانور کے کسی حصہ پر ضرب لگائی جاتی ہے [illegible] نشہ کی چیز سے اس کو بے ہوش کیا جاتا ہے جیسا کہ سائل نے اس میں تردد ظاہر کیا ہے اور غالب [illegible] ہے سو اگر ایسا ہے تو [illegible] حرام ہے [illegible] الاول [illegible] فی الدر المختار [illegible] سکین النخاع وھو عرق ابیض فی جوف عظم الرقبۃ وکرہ کل تعذیب [illegible] واسلخ قبل ان تبرد ای تسکن عن الاضطراب [illegible] [illegible] قبل ان یسکن عن الاضطراب [illegible] [illegible] ج ۵ صفحہ [illegible] واما الطریق الثانی فلما [illegible] [illegible] یہ دونوں [illegible] ہیں [illegible] جانور [illegible] کر دیا جاتا ہے تو دو [illegible] وجہ سے [illegible] بے ہوش [illegible] تھے اور بعد بے ہوشی [illegible]

حواس باقی ہوں اور بطلان حرکت بطلان حس کو مستلزم نہیں ممکن ہے کہ اُس آلہ کا اثر صرف جوارح معطل کردینے میں ایسا ہو جیسے کسی شخص کے ہاتھ پاؤں زور سے پکڑ کر اُس کا گلا گھونٹ دیا جاوے تو اس کو حرکت نہ ہوگی مگر احساس ہوگا پس پہلے سے ذی حس ہونا یقینی اور اب زوالِ حس میں شک ہو گیا اور عقلی شرعی قاعدہ ہے کہ الیقین لایزول بالشک پس بقاء حس کی صورت میں یہ آلہ زیادت تعذیب کا سبب ہوگا۔ اس لئے ناجائز ہے۔ اور خود حیوان متکلم نہیں جو اپنا حال بیان کرسکے اور انسان پر امتحان کرنے سے دھوکا نہ کھایا جاوے کیونکہ انسان اور بہائم کے بہت سے خواص باہم متفاوت ہوتے ہیں دوسرے اس وجہ سے کہ ایسا کرنے والا اس ذابح کو طریق مشروع سے جس میں بے ہوش نہیں کیا جاتا یقیناً زیادہ مستحسن سمجھ کر طریق مشروع کو ناقص و مرجوح سمجھے گا۔ اور مخترع کو منصوص پر ترجیح دینا قریب بکفر ہے ان دو وجہ سے خود یہ طریق بدعت سیئہ و تحریف فی الدین ہونے کے سبب خلافِ شرع ہے پس ایسا قانون بنانا خلاف مذہب اسلام ہے۔ واضعان وحاکمان قوانین کو اطلاع دیکر درخواست کی جاوے کہ اہلِ اسلام کے لئے ایسا قانون مقرر نہ کریں جیسا کہ معاہدہ ہے۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ

عدم جواز ورزش بطریق کفار

سوال۔ اس زمانہ کے انگریزی خواں لوگ جو پاؤں سے گیند مارتے ہیں جسکو انگریزی میں فٹ بول کہا جاتا ہے یہ جائز ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ فی المشکوٰۃ ص۳۳۵ عن علی رض قال کانت بید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوس عربیۃ فرای رجلا بیدہ قوس فارسیۃ قال ما ھذہ القہا وعلیکم بھذہ واشباھہا الحدیث رواہ ابن ماجۃ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طرق ورزش میں بھی تشبہ باہل باطل ممنوع ہے جبکہ دوسرے طرق ورزش کے اس محذور سے خالی پائے جاویں اور یہاں دوسرے طرق نافعہ بھی موجود ہیں لہٰذا یہ عمل ممنوع ہوگا اور اس میں غالباً جو اہل وعادت اور دین سے آزاد لوگوں سے جو اختلاط ہوتا ہے۔ وہ خود بھی مستقلاً وجہ منع کی ہے۔ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ۔

کرکٹ فٹ بول

سوال۔ گذارش یہ ہے کہ ہمارے یہاں قصبہ راندیر میں بہت سے نوجوانوں کو کرکٹ یعنی گیند بلا کھیلنے کا بہت شوق ہے اور دن بدن اس کا شوق زیادہ ہوتا جاتا ہے اور یہ کھیل اہل یورپ کا ایجاد کردہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ وسیع میدان میں تیس چالیس قدم یا کم زیادہ پر تین تین لکڑیاں گاڑ کر ایک شخص لکڑیوں کے قریب کھڑا ہوتا ہے جو ایک لکڑی سے جس کو بیٹ کہتے ہیں دوسری جانب سے آنیوالی گیند کو روکتا ہے اور کئی دوسرے اشخاص دوسرے طریقہ سے اُس کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ غالباً جناب کو اس کی تفصیل بخوبی معلوم ہوگی اس وجہ سے زیادہ لکھنا فضول خیال کرکے اصل مطلب عرض کرتا ہوں

وہ یہ کہ آیا یہ کھیل لہو ولعب میں داخل ہے یا نہیں اور اس کا کھیلنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اکثر اشخاص بغرض تفریح وورزش جسمانی کے خیال سے کھیلا کرتے ہیں نیز اس میں کسی قسم کی مالی یا بدنی امداد کرنا جائز ہے یا نہیں یہاں اس کھیل کی ایک انجمن ہے جس میں شرکا چندہ دیتے ہیں اُسکے ذریعہ سے اُسکا ضروری سامان وغیرہ خریدا جاتا ہے اور نیز دوسرے شہروں سے جو لوگ مہمان آیا کرتے ہیں اُنکی ضیافت بھی اسی مد سے ہوا کرتی ہے۔ جواب سے ممنون فرماویں

الجواب۔ فی المشکوۃ قبیل باب آداب السفر عن علیؓ قال کانت بید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوس عربیۃ فرای رجلا بیدہ قوس فارسیۃ قال ما ھذہ وعلیکم بھذہ واشباھہا الحدیث۔ رواہ ابن ماجۃ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت شدیدہ غیر مسلم قوموں کے آلات ورزش کا استعمال بھی مکروہ ہے اگرچہ حرمت کی کوئی دلیل نہیں اور اعانت ہر فعل کی اس فعل کے حکم میں ہے۔ ۳ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

تحقیق مسافت قصر در سفر جہاز ہوائی

سوال۔ ہوائی جہاز میں اگر کوئی سفر کرے تو کتنی مسافت میں نماز کا قصر کرنا چاہئے

الجواب جس وقت احکام شرعیہ سفر کے متعلق موضوع ہوتے ہیں اُس وقت سفر فی البر والبحر والجبل واقع تھا فی الہوا نہ تھا اور احکام تابع واقعات ہی کے ہوتے ہیں اس سے شریعت میں انتہا یہ سکوت منہ ہے۔ لیکن شریعت میں اس کی ایک نظیر وارد ہے پس اُس پر قیاس آگے اس میں حکم دیا جاوے گا اور چونکہ قیاس مظہر ہے نہ کہ مثبت اس لئے اس حکم کو بھی حکم وارد فی الشرع کہا جاویگا وہ نظیر یہ ہے کہ حج میں جو مواقیت متعدد ہیں اُن میں اہل نجد کے لئے **قرن** مقرر فرمایا گیا جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کوفہ وبصرہ فتح ہوا تو اُن لوگوں نے عرض کیا کہ قرن ہماری راہ سے ہٹا ہوا ہے اور وہاں جانے میں مشقت ہے تو آپ نے فرمایا کہ اُس کے محاذی مقام کو دیکھ لو چنانچہ **ذات عرق** مقرر ہوا۔ رواہ البخاری اور گو اس باب میں احادیث مرفوعہ بھی ہیں مگر اول تو وہ متکلم فیہا ہیں۔ دوسرے اس اجتہاد کے وقت عمرؓ کو اُس کی اطلاع نہ تھی تو اتنا تو ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ نے اس میں اجتہاد سے کام لیا پس اسی جواز اجتہاد کی بنا پر ہمارے فقہائے نے فرمایا ہے کہ ومن کان فی بحر او بر لا یمر بواحد من المواقیت المذکورۃ فعلیہ ان یحرم اذا حاذی اخرھا ویعرف بالاجتہاد فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین من مکۃ۔ فتح القدیر۔ پس اسی طرح یہاں اس مسافت ہوائی کے محاذی کو دیکھیں گے کہ بحر ہے یا بر یا جبل اور اس محاذی کی مسافت قصر کو دیکھیں گے اور اُسی کا اعتبار اس مسافت ہوائی میں کر کے اُس کے موافق حکم دیں گے احتیاطاً اس میں دوسرے علماء سے بھی رجوع کر لیا جاوے۔ ۲ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

نماز در ہوائی جہاز

سوال۔ ہوائی جہاز میں جس وقت کہ وہ ہوا میں ہو خواہ چلتا ہو یا ٹھیرا ہو اس میں نماز فرض جائز ہے یا نہیں۔؟

Marfat.com

الجواب - فی ردالمختار ھو (ای السجود) لغۃ الخضوع قاموس وشرعا فی المعرب بوضع الجبھۃ علی الارض وفی البحر وحقیقۃ السجود وضع بعض الوجہ علی الارض ج ۱ ص ۴۶۵ وفیہ تحت قول الدر المختار وان یجد حجم الارض مانصہ تفسیرہ ان الساجد لو بالغ لا یتسفل راسہ ابلغ من ذلک فصح علی طنفسۃ وحصیر وحنطۃ وشعیر وسریر وعجلۃ ان کانت علی الارض لا علی ظہر حیوان کبساط مشدود بین اشجار ج ۱ ص ۴۶۶ - ان روایات سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں وضع جبہہ یا وضع وجہ ارض پر شرط ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز مستقر علی الارض ہو وہ تبعاً بحکم ارض ہے دو شرط سے ایک وجدان حجم بالتفسیر المذکور اور اسی واسطے بساط مشدود بین الاشجار پر جائز نہیں اور دوسرے یہ کہ وہ چیز جاندار نہ ہو کیونکہ جاندار میں بوجہ متحرک بالارادہ ہونے کے ایک گونہ استقلال ہے وہ مثل جمادات کے تابع للارض نہیں ہے اسی لئے حیوان پر بلا عذر جائز نہیں اور سریر و عجلہ وغیرہ میں تابعیت مع دونوں شرطوں کے پائی جاتی ہے اس پر جائز ہے اس بیان کیا چیزیں نکلیں - ارض، سریر و عجلہ وغیرہ بساط مشدود و مثلہ حیوان - اول تین پر جائز ہے اور آخر تین پر ناجائز الا بعذر فی الحیوان - بعد اس تمہید کے سمجھنا چاہئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ہوائی جہاز ارض تو ہے نہیں اور بساط مشدود بین الاشجار کی مثل بھی نہیں بوجہ تفاوت وجدان و عدم وجدان حجم کے اب دو احتمال رہ گئے ایک یہ کہ مثل عجلہ کے ہو دوسرے یہ کہ مثل حیوان کے ہو تو بظاہر اس کا مثل عجلہ معلوم ہوتا ہے کہ بواسطہ ہوا کے مستقر علی الارض کے وہ بھی مستقر علی الارض ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ ہوا پر مستقر ہے اور نہ ہوا ارض پر مستقر ہے چنانچہ ہوا کا میلان الی المحیط ظاہر ہے تو وہ ارض پر کیسے مستقر ہے اور تسفل اور چیز ہے اور ہوا کا مادہ رقیقہ بھی جہاز کے ثقل کا معاوق نہیں ہو سکتا چنانچہ اگر انجن سے کہیں نکل جاوے تو فوراً زمین پر گر پڑے پس وہ حقیقۃ ارض پر غیر مستقر ہوا اور حیوان جو کہ حقیقۃ مستقر تھا مگر حکماً مستقر نہ تھا جب اس پر بلا عذر نماز جائز نہیں تو جہاز پر جو کہ حقیقۃً غیر مستقر ہے کس طرح نماز جائز ہوگی - الا اعذار معتبر فی الصلوٰۃ علی الحیوان حاصل جواب یہ نکلا کہ جن عذروں کے سبب اونٹ گھوڑے وغیرہ پر نماز جائز ہے اگر وہی عذر پائے جاویں مثلاً نزول میں خوف ہلاک وغیرہ ہو یا نزول پر قادر نہ ہو (اور یہ عذر اخیر جہاز نشینوں کے لئے جو کہ اس کے اتارنے یا ٹھہرانے پر قادر نہیں متحقق نہ ہوگا) تب تو اس پر نماز جائز ہے اور بدون ایسے عذر کے جائز نہیں (**دفع اشتباہ**) اس جہاز کو مثل دریائی جہاز کے نہ سمجھا جاوے کیونکہ وہ بواسطہ پانی کے مستقر علی الارض ہے اور اس کا استقرار پانی پر اور پانی کا استقرار ارض پر بالکل ظاہر ہے (**تنبیہ**) یہ جواب قواعد سے لکھا گیا ہے علماء سے امید ہے کہ اگر یہ جواب صحیح نہ ہو تو براہ نصح ذہن احقر حبیب کو مطلع فرماویں سمجھنے کے بعد اپنے جواب سے رجوع کرکے اسکو شائع کر دونگا۔ ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۳ھ

نماز در ہوائی جہاز

سوال - بر ہوائی جہاز درحالت طیران او یا وقوف او در ہوا سجدہ کردن یا نماز فرض خواندن جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب - واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ قال العلامۃ القہستانی فی شرح مختصر الوقایۃ والسجود لغۃ ہو الخضوع وشرعاً وضع الجبہۃ علی الارض ونحوہا۔ انتہی۔ وقال فی البحر شرح الکنز تحت قولہ وکرہ احدہما او بکور عمامۃ من فصل اذا اراد الدخول فی الصلوۃ فی اثناء ما بسطہ والاصل انہ کما تجوز السجدۃ علی الارض تجوز علی ما ہو بمعنی الارض مما تجد جبہتہ حجمہ وتستقر علیہ و تفسیر وجدان الحجم ان الساجد لو بالغ لا یتسفل راسہ ابلغ من ذلک انتہی وفی الوقایۃ فی باب صفۃ الصلوۃ فان سجد علی کور عمامتہ او فاضل ثوبہ او شیء یجد حجمہ وتستقر علیہ الجبہۃ جاز وان لم تستقر لا یجوز انتہی فالمرکب الہوائی ان کان مرکبا من اشیاء صلبۃ بحیث تستقر علیہ الجبہۃ ولا تتسفل بالتسفیل تجوز السجدۃ علیہ والظاہر انہ ملحق بالدابۃ لا بالسفینۃ السائرۃ والموقوفۃ بالشط الغیر المستقرۃ علی الارض فانہا ملحقۃ بالدابۃ کما یستفاد من رد المحتار قبیل سجدۃ التلاوۃ فالصلوۃ المکتوبۃ علی المرکب الہوائی لا تجوز بدون العذر کما ہو حکم الصلوۃ علی الدابۃ والسفینۃ السائرۃ وہل یلزم التوجہ الی القبلۃ فیہما کما فی السفینۃ اولا کما فی الدابۃ۔ والظاہر انہ یلزم لان المرکب الہوائی بمنزلۃ البیت کالسفینۃ وان لم یمکن یمکث عن الصلوۃ الا اذا خاف فوت الوقت لما تقرر من ان قبلۃ العاجز جہۃ قدرتہ ... من حادثۃ الا ولہا ذکر فی کتاب من الکتب المعتبرۃ اما بعینہا او بکون قاعدۃ کلیۃ تشملہا

واللہ تعالیٰ اعلم

اشرف علی عفی عنہ

Marfat.com

فہرست مسائل رسالہ البدائع المفیدہ فی الصنائع الجدیدہ

مضمون	صفحہ
آلہ مکبر الصوت کے شرعی احکام	۱
فصل اول آلہ مکبر الصوت کا استعمال دنیوی ضرورتوں میں۔	۲
فصل دوم آلہ مکبر الصوت کا استعمال عبادات مقصودہ میں۔	۴
چند مفید مقدمات۔ مقدمہ اول عبادات میں غلو اور تکلف مذموم ہے۔	۶
مقدمۂ ثانیہ اسلامی عبادات کا مبنی سادگی یسر و سہولت پر ہے۔	۸
کبوتروں کی ڈاک۔	۹
مقدمۂ ثالثہ استعمال آلات جدیدہ عبادات مقصودہ وغیر مقصودہ میں فرق۔	۱۰
نتیجہ مقدمات اور آلہ مکبر الصوت کے احکام	۱۳
اصل چہارم مکبر الصوت کا استعمال تکبیرات نماز میں جائز نہیں۔	۱۷
آلہ مکبر الصوت کے متعلق سائنس کی تحقیقات	۲۰
محکمہ ریڈیو کا ذمہ دارانہ بیان اور مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کی تحقیق۔	۲۳
ریڈیو پر تلاوت قرآن اور بعض علماء مصر کی تحقیق	۲۹
آلہ مکبر الصوت کے متعلق حضرت سیدی حکیم الامۃ کا مستقل رسالہ التحقیق الفرید۔	۳۳

مضمون	صفحہ
استفتاء مع دلائل جواز و ضرورت استعمال مکبر الصوت اور نماز مع جواب دلائل بعجالۃ	
جواب مسئلہ از حضرت حکیم الامت	۳۸
جواب مذکور پر مکرر احتمال اور سوالات	۴۰
جواب مکرر از ممدوح	۴۳
جواب از دار العلوم دیوبند مع تصدیق حضرت	۴۷
رسالہ المقالات المفیدہ فی الآلات الجدیدۃ از حضرت حکیم الامۃ۔ گراموفون، ٹیلیفون ریڈیو کے احکام۔	۴۹
رسالہ دفع البخ فی شناعۃ فلم الحج۔ از حضرت حکیم الامت جس میں حج فلم کی ملازمت اور احکام مذکور ہیں	۵۵
رسالہ کشف الظنون عن حکم الخطوط والتلغراف والتلفون جس میں ثبوت ہلال وغیرہ کے متعلق خط اور ٹیلیگراف اور ٹیلیفون کے شرعی احکام پر مفصل ہے۔	۵۷/۶۴
رسالہ تصحیح فی تقبیح الفلم۔ بائسکوپ سینما وغیرہ کے احکام۔	۶۹
رفع الخلاف عن احکام فوٹوغراف۔ فوٹوگراف کی ایجاد پر تاریخی بحث پھر اُس کے احکام شرعیہ مفصل۔	۷۳/۸۰

مضمون	صفحہ
کلمۃ القوم فی الانجکشن فی الصوم روزہ میں انجکشن مفسد روزہ نہیں اس کا مدلل بیان	۸۵/۸۸
کشف السجاف عن وجہ فوٹوغراف فوٹو کے متعلق عقلی اور نقلی تحقیق اور احکام شرعیہ مع جواب شبہات	۸۹/۹۴
اباحۃ التقطیف لثمرات الصنعۃ والتصنیف کسی ایجاد یا تصنیف کو رجسٹری کرانے کا حکم	۹۴/۹۶
سوالات عدیدہ در آلات جدیدہ تحقیق سواری بائیسکل	۹۷
نل کے کنوئیں کی ناپاکی اور پاک کرنے کا طریقہ	۹۷
ذبح جانوراں بطریق جدید	۹۸
عدم جواز ورزش بطریق کفار	۱۰۰
کرکٹ اور فٹ بال	″
تحقیق مسافت قصر در ہوائی جہاز	۱۰۱
نماز در ہوائی جہاز۔	″
ایضاً نماز در ہوائی جہاز	۱۰۳

تمت

فہرست رسائل مستقلہ مندرجہ البدائع المفیدہ

مضمون	صفحہ
آلہ مکبر الصوت کے شرعی احکام۔ از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب	۱ تا ۲۸
ریڈیو پر تلاوت قرآن۔ ایضاً از موصوف	۲۹ تا ۳۲
التحقیق الفرید (درباره مکبر الصوت) از سیدی حضرت حکیم الامت	۳۳ تا ۴۸
المقالات المفیدہ فی الآلات الجدیدہ ″ ″	۴۹ تا ۵۴
دفع البخ فی شناعۃ فلم الحج ″	۵۵ تا ۵۶
کشف الظنون عن حکم الخطوط والتلغراف والتلفون۔ از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب	۵۷ تا ۶۸

مضمون	صفحہ
تصحیح العلم فی تقبیح الفلم۔ از حضرت حکیم الامت قدس سرہ	۶۹ تا ۷۲
رفع الخلاف عن احکام فوٹوغراف۔ از مولانا محمد شفیع صاحب	۷۳ تا ۸۴
کلمۃ القوم فی الانجکشن فی الصوم ″	۸۵ تا ۸۸
کشف السجاف عن احکام فوٹوغراف ″	۸۹ تا ۹۴
اباحۃ التقطیف لثمرات الصنعۃ والتصنیف ″	۹۵ تا ۹۶
سوالات عدیدہ در آلات جدیدہ۔ از حضرت حکیم الامۃ ترتیب مولانا محمد شفیع صاحب	۹۷ تا [illegible]

یہ رسالہ و دیگر مذہبی دینی کتابیں نیز قرآن مجید بارعایت ملنے کا پتہ:- دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور

Marfat.com

(بقیہ ص۸۵)

ریڈیو پر رؤیتِ ہلال کی خبر

یہ مسئلہ ہر جگہ محل بحث بنا ہوا ہے کہ کسی شہر سے ریڈیو پر رؤیت ہلال کی خبر نشر کی جائے تو دوسرے شہر والوں پر حجت قابل اتباع ہے یا نہیں اس کے متعلق عام ضابطہ تو وہی ہے جو زیر نظر کتاب کے رسالہ کشف الظنون میں ٹیلیفون وغیرہ کی خبر کے متعلق آپ کے سامنے آچکا ہے، لیکن اس کی جدید صورتوں اور زیر غور تجاویز کے پیش نظر اس مسئلہ کے چند پہلو قابل بحث و نظر ہیں جن کی تحقیق اور علماء اہل فتوی سے بحث و تمحیص کا سلسلہ جاری ہے اگر کچھ زندگی باقی ہے تو ان شاء اللہ مکمل تحقیق کے بعد اس کے متعلق بھی کوئی واضح فیصلہ پیش کیا جاوے گا

در بزم کریم عذر ما بپذیر
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ ۲۷ صفر ۱۳۸۲ھ [illegible]

بقیہ تصانیف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مصنف [illegible]

السعیدین الشہیدین حضرت سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر کے نہایت دلچسپ حالات زندگی اللہ کے راستہ میں جانبازی اور حق کے لئے ہر قسم کی قربانی حجاج ظالم کے ساتھ مکالمہ اور پھر عجیب طرح سے شہادت، قیمت [illegible]

درس عبرت ایک اندلسی عالم کا نہایت عبرت انگیز واقعہ درس و تدریس مراقبہ و ذکر کے بعد ایک نصرانی لڑکی کے عشق میں نصرانی بن کر خنزیر چرانا اور پھر اسلام کی طرف لوٹنا اور لڑکی کا مسلمان ہو کر ان کی خدمت میں آنا نہایت دلچسپ واقعہ بطرز ناول، قیمت صرف ۱/

رفع التضاد عن احکام الضاد حرف ضاد کے متعلق نماز و عدم فساد کے جھگڑوں کا فیصلہ، قیمت ۲

جوامع الکلم یعنی مختصر چہل حدیث، قیمت ایک آنہ، بغرض ثواب مفت تقسیم کرنے کے لئے [illegible] سو میں دو روپیہ کے نسخے دیے جاتے ہیں،

دعاوی مرزا رد قادیانی کی لاجواب کتاب جس میں مرزائی کی جہالتیں اور متضاد دعوے خود ان کی کتابوں سے مع نقل عبارات و حوالہ صفحات لکھے گئے ہیں،
قیمت صرف ۳/

ختم نبوت اردو حصہ اول ختم نبوت فی القرآن جس میں سو آیات قرآنی سے ختم نبوت کا ثبوت اور [illegible] کے شبہات کا ازالہ، قیمت [illegible]
حصہ دوم ختم النبوت فی الاحادیث [illegible] پیش کی گئی ہیں، قیمت [illegible]
حصہ سوم ختم نبوت فی الآثار [illegible] صحابہ تابعین اور تمام [illegible] دلائل [illegible] سے تقریرات سے ختم کا ثبوت دیا گیا [illegible]

ہدیۃ المہدیین فی آیۃ خاتم النبیین [illegible] کے تینوں معنوں [illegible]

مسیح موعود کی پہچان [illegible] نشانات [illegible] کر دیا گیا ہے جو آیات قرآنی اور [illegible] کے لئے وارد ہوئی ہیں [illegible] قیمت [illegible]

آداب المساجد [illegible] ان کاموں کی تفصیل [illegible] مع ضمیمہ [illegible] فی آداب المساجد [illegible] حکیم الامت مولانا تھانوی [illegible] قیمت [illegible]

آداب الاخبار آج کل موجودہ اخبار جو دہریت اور بے دینی کی طرف چل رہے ہیں اُن کے لئے شرعی دستور العمل ۲ر

الاجر الجزل فی الغزل یعنی چرخہ کاتنے کی فضیلت، احادیث اور عمل سلف سے یہ رسالہ دراصل شیخ جلال الدین سیوطی کے ایک رسالہ کی اردو شرح ہے ۲ر

آداب السفر سفر کے تمام احکام اور آداب اور دعائیں جو سفر کے موقع بموقع پڑھنے کے لئے تلقین فرمائی گئی ہیں مستند فرمودہ حضرت مولانا تھانوی رح قیمت ار

التصویر لاحکام التصویر تصویر کشی اور تصویر مکان میں رکھنے کی تحقیق اور اس کے احکام جو نصف دھڑ کی تعویذ اور چھوٹی چھوٹی تصویروں اور بچوں کی گڑیوں وغیرہ کے متعلق احکام فقہیہ شرعیہ مع دلائل از قرآن وحدیث نہایت تحقیق کے ساتھ لکھا گیا ہے، جس کے آخر میں نئے فیشن کے شبہات کا بھی منصفانہ جواب، قیمت ۸ر

مساوات اسلامی کی حقیقت جس میں تمام اقوام عالم کے مقابلہ میں اسلامی مساوات کا نمونہ پیش کیا گیا ہے تفاخر بالانساب کی قباحت قرآن وحدیث سے واضح کی گئی ہے، انساب اور پیشوں کا باہمی تفاضل و نکاح میں کفارت کے اعتبار پر مکمل بحث ہے، مع ضمیمہ رسالہ "وصل السبب فی فصل النسب" مصنفہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب، قیمت ۶ر

آداب الشیخ والمرید شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے ایک رسالہ کی اردو شرح جس میں پیر و مرید کے نہایت اہم اور ضروری آداب مذکور ہیں، جن سے آج کل عام طور پر لوگ غافل ہیں، مع حواشی مفیدہ و تقریظ و تصدیق از سیدی و مرشدی حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رح، قیمت صرف ۴ر

الدر المنضود فی اسانید شیخ الہند محمود رح (بزبان عربی) حضرت شیخ الہند رح کی اسانید حدیث کو مع مختصر حالات بزرگان دار العلوم دیوبند جمع کیا گیا ہے، اور رسالہ "الیانع الجنی" کا ضمیمہ بنا دیا گیا ہے، قابل دید ہے، قیمت صرف ۲ر

ذوالنون مصری حضرت ذوالنون مصری جو مشہور عارفین و محققین میں ہیں اور جن کے نام نامی سے شاید ہی کوئی لکھا پڑھا مسلمان ناواقف ہو، اُن کے سوانح حیات اور ملفوظات کو نہایت مستند تاریخ ابن عساکر سے اردو میں ترجمہ کرکے جمع کیا ہے، قیمت صرف ۴ر

آلہ مکبر الصوت کے شرعی احکام مسمیٰ استعمال الآلۃ الحدیثۃ لاستماع الاصوات البعیدۃ مع رسالہ حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، قیمت صرف ۱۰ر

گناہ بے لذت

اس رسالہ میں ایسے گناہوں کو لکھا گیا جن میں کوئی ظاہری لذت بھی نہیں اور نہ کسی معاشی ضرورت کی مجبوری ہے محض غفلت و بے پروائی سے لوگ ان میں مبتلا ہیں، بہت سے گناہوں کے متعلق نفس یہ حیلہ کرتا ہے کہ مجبوری سے اُن میں مبتلا ہیں، مگر یہاں وہ حیلہ بھی نہیں بلاوجہ لوگ اُن کے وبال میں گرفتار ہیں اگر ذرا بھی فکر کریں تو ان گناہوں کو فوراً چھوڑ سکتے ہیں اور ان کو چھوڑ دیا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بقایا گناہوں سے بچنے کی بھی توفیق عطا فرمائیں گے اس رسالہ میں قرآن وحدیث سے اُن گناہوں کے سخت وبال و عذاب کو بھی بیان کردیا گیا ہے اور آخر میں ایک دوسرا مستقل رسالہ صغائر و کبائر گناہوں کی فہرست کا لگا یا گیا ہے جس سے تمام گناہوں کی تفصیل معلوم ہوجائے، قیمت مجلد ایک روپیہ

Marfat.com

وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

[illegible]

البدائع المفیدہ فی حکم الصنائع الجدیدہ

آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام

مؤلفہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی

[illegible]

جس میں لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو، آلات ... [illegible]

تار ... آلات جدیدہ کے ذریعہ رویت ہلال کی خبر ... [illegible]

احکام ... [illegible]

ناشر

دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

[illegible]

Marfat.com